عقائد و افکار کی اصلاح کے لئے چند راہنما اُصُول
سُنّی مؤقف
طلباء و طالبات کے لئے
از قلم
حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
سُنّی اکیڈمی

یا اللہ مدد

حق چار یار

اصل کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

عقائد و افکار کی اصلاح کے لئے چند راہنما اصول

سنی موقف

طلباء و طالبات کے لئے

از قلم

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب

مکتبہ کتاب گھر

رحمان پلازہ مچھلی منڈی

اردو بازار، لاہور۔

Ph: 042-7214882, 0321-4044002

سلسلہ اشاعت نمبر ③

کتاب

سُنی موَقف

تالیف

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ

ناشر

سُنّی اکیڈمی

جامعہ اہل سنت تعلیم النساء، عقب مدنی جامع مسجد چکوال

اشاعت

اکتوبر ۲۰۰۸ء

کمپوزنگ

رشید احمد صدیقی
03004742551

فہرست مضامین

حرفِ آغاز

بسم اللہ حامدا و مصلیاً.

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ (۱۴ جنوری ۱۹۱۴ء/ ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء) فاضل دیو بند، خلیفہ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے قریباً پون صدی مذہب اہلِ السنّت والجماعت کی تبلیغ وتحفظ کے لیے تحریری وتقریری طور پر جو گراں قدر خدمات سرانجام دیں ہیں وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ کے پیشِ نظر کسی مخصوص فرقہ کی فقط تردید کے بجائے اہل سنت کے اجماعی عقائد ونظریات کو دلائل و براہین سے بیان کرنا تھا۔آپ اس حوالے سے ہر طبقۂ فکر کی طرف سے اٹھنے والے اعتراضات کو نقد و جرح کے میزان میں پرکھتے اور حقیقت واضح کرتے۔ حضرت قاضی صاحب بلاشبہ دورِ حاضر میں بلاخوف لومۃ لائم جرأت وحق گوئی کی بہترین مثال تھے۔

(رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ)

سنی اکیڈمی کے قیام کی غرض حضرت موصوف رحمہ اللہ کی جملہ تصانیف و بیانات کو منظرِ عام پر لانا ہے۔اس سلسلہ کی ''تیسری کاوش'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔خدا کرے ہم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں اور اکیڈمی جس کے قیام کا خواب حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں دیکھا تھا اس کی حقیقی تعبیر ثابت ہو۔حضرت

قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی اس آرزو کو اپنی مایہ ناز تصنیف ''بشارت الدارین'' میں ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

''اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ''سنی اکیڈمی'' بھی قائم کی جائے گی جس کے ذریعہ سنی اہم تصانیف کی اشاعت ہوتی رہے۔'' (ص،۵۳۷)

والسلام

زاہد حسین رشیدی
جامعہ اہل سنت تعلیم النساء
عقب مدنی جامع مسجد چکوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَعَلٰی خُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

سنی تحریک الطلبہ، اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں، سرکاری اور غیر سرکاری تعلیمی اداروں اور عربی دینی مدارس کے طلبہ کی ایک خصوصی تنظیم ہے جو سنی مذہب کی بنیاد پر قائم کی گئی ہے۔ اور گو ملک میں طلبہ کی متعدد تنظیمیں مختلف ناموں سے اپنے اپنے دائرہ میں کام کر رہی ہیں لیکن اس کے باوجود ایک ایسی سُنّی تحریک کی ضرورت تھی جو سُنّی طلبہ کی منتشر قوتوں کو ان کے امتیازی نام (اہل السنّت والجماعت) کے تحت متحد و منظم کر کے ملک و ملت کی خدمت کے لیے میدان عمل میں لے آئے۔ لیکن تحفظ و استحکام اسلام کا یہ کام جتنا ضروری اور اہم ہے اتنا ہی مشکل اور صبر آزما بھی ہے۔ کیونکہ سُنّی مسلمانوں کے اس عمومی تنزل اور ادبار اور پاکستان کے خصوصی موجودہ ابتلائی اور بحرانی دور میں سُنّی عنوان سے نوجوان طلبہ کی کسی تحریک کا اٹھنا ان سُنّی مسلمانوں کے لیے بھی بہت تعجب خیز امر ہے جو سُنّی مذہب اور سُنّی تاریخ اسلام سے صحیح طور پر واقف نہیں ہیں یا حب مال و زر اور حب جاہ و اقتدار کی وجہ سے ان کی دینی اور ملی حِس بہت حد تک مفلوج ہو چکی ہے اور وہ اپنے اصلی مقصد حیات کو نظر انداز کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں ایسے افراد کی بھی کمی نہیں ہے جو رواداری اور اخوت اسلامی کے مروجہ مفہوم کی بنا پر سُنّی تحریک کو وحدتِ ملتِ اسلامیہ کے خلاف تصور کرتے ہیں حالانکہ سُنّی اور اہل سُنّت کا عنوان ایک ایسا مقدس عنوان ہے جس سے اسلامِ حقیقی کی صحیح نشاندہی ہوتی ہے اور وحدتِ ملی کے لیے ایک صحیح اساس قائم ہو جاتی ہے۔ یہ وہ جامع اور محبوب عنوان ہے جس کے ذریعہ ایک مسلمان محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات مقدسہ اور آپ کی سُنّت طیبہ کے ساتھ اپنی قلبی اور روحانی نسبت کا اظہار و اقرار کرتا ہے اور یہی وہ عظیم نسبت ہے جو تمام اسلامی نسبتوں کا سرچشمہ ہے۔

محال است سعدی کہ راہِ صفا
تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

سُنّتِ رسول کی شرعی حیثیت

لغوی معنی میں سنت طریقہ عادت، نمونہ اور خصلت کو کہتے ہیں۔ اور شرعی اصطلاح میں السنۃ سے مراد حضور رحمت للعلمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا افضل و اکمل نمونہ حیات ہے۔ سنت رسول ﷺ کا مفہوم بہت وسیع اور جامع ہے۔ چنانچہ آنحضرت کے اقوال و افعال اور اوامر و نواہی وغیرہ سب پر حدیث و سنت کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ تمام دینی اور شرعی عقائد و اعمال، انفرادی اور اجتماعی، ملکی اور بین الاقوامی قوانین کا ماخذ کتاب اللہ کے بعد سنت رسول اللہ ہے (ﷺ) بلکہ کلام الٰہی (قرآن مجید) کے الفاظ و کلمات کا ثبوت بھی حضور سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کی سنت و حدیث پر ہی موقوف ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں جن اہل ایمان کو بلا واسطہ زیارت نبوی کی نعمت عظمیٰ نصیب ہوئی ہے ان کو ایمان بالقرآن بھی ایمان بالرسول کے واسطہ ہی سے نصیب ہوا ہے۔ مرادِ خداوندی کے تحت قرآن حکیم کی تعلیم و تفسیر اور تشریح و تبیین کا ثبوت بھی رسول امین ﷺ کی حدیث و سنت پر ہی مبنی ہے اور قرآنی اور شرعی احکام کا کامل ترین نمونۂ عمل بھی حضور ﷺ کی سنتِ جامعہ ہی ہے اور جب ایمان بالقرآن، تعلیم و تبیین قرآن، تربیت اہل ایمان اور تزکیہ قلوب و ارواح اصحابِ رسولِ انس و جان (ﷺ) کا اوّلین اور قطعی واسطہ امام الانبیاء والمرسلین ﷺ کی ذات اور آپ کی سنت مقدسہ ہی ہے تو پھر کتاب اللہ اور سنتِ رسولِ اللہ پر یقین و ایمان رکھنے والے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ہادی اعظم، رسول اکرم ﷺ کی سنت مقدسہ کے ساتھ اپنے ایمانی اور روحانی تعلق کا بلاخوف لومۃ لائم کھلم کھلا اظہار کر کے ان سب اعتقادی اور عملی فتنوں کا سدِ باب کریں جو اسلام کے نام پر سادہ لوح ناواقف مسلمانوں کو راہ حق، صراط مستقیم سے ہٹا کر کفر و باطل اور

الحادوزندقہ کے جہنمی راستوں پر چلانے کی کوشش کررہے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی سنت مقدسہ کی نسبت کی بنا پر سنی اور اہل سنت ہونے کا اقرار امت مسلمہ کے موجودہ تشتت وافتراق اور ضلالت وانتشار کوختم کرنے کا ایک مذہبی نشان ہے جس کے تحت تمام اہل اسلام رحمت للعالمین خاتم النبیین ﷺ کی شاہراہ سنت پر گامزن ہو کرفلاح دارین حاصل کر سکتے ہیں، ورنہ اگر سنت رسول اللہ ﷺ کو اسلام حقیقی کے تعین کے لیے ایک دینی اور شرعی نشان کے طور پر نہ تسلیم کیا جائے اور اس نسبت مقدسہ کا واضح طور پر اعلان نہ کیا جائے تو پھر اسلام کے نام پر جس جہنمی راستوں پر شیطان خصلت عیار لوگ ناواقف مسلمانوں کو چلانے کی کوشش کررہے ہیں کامیاب ہوسکتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں نبی کریم ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کا نشان قرار دیا ہے مثلاً:

آیات قرآنیہ

① ...... مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۔

(پارہ ٦، سورۃ النسا: رکوع ١١، آیت نمبر ٨٠)

ترجمہ: جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی ہی اطاعت کی۔

② ...... قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَ یَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ (پارہ ٣۔ سورۃ آل عمران، رکوع ٤، آیت ٣١)

ترجمہ: آپ فرما دیجیے کہ اگر تم لوگ اللہ کی محبت چاہتے ہو تو تم میری اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

③ ...... فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

(پارہ ٥۔ سورۃ النساء، رکوع ٩، آیت ٦٥)

ترجمہ: پس آپ کے رب کی قسم یہ لوگ ایماندار نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ آپ کو اپنے جھگڑوں میں حکم (فیصلہ کرنے والا) نہ تسلیم کریں۔ پھر آپ نے اس میں جو فیصلہ کیا ہے اس کی وجہ سے وہ اپنے دلوں میں تنگی نہ محسوس کریں اور آپ کے حکم کو اچھی طرح تسلیم کرلیں۔

④ ...... لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (پارہ ۲۱۔ سورۃ الاحزاب، رکوع ۳، آیت ۲۱)

ترجمہ: تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں پیروی کے لیے ایک بہترین نمونہ موجود ہے جس کا فائدہ اس شخص کے لیے ہے جو اللہ کی اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔

احادیثِ نبویہ

نبی کریم رحمت للعالمین ﷺ نے بھی اپنے معجزانہ ارشادات میں سنت مقدسہ کی شرعی حیثیت واضح فرمادی ہے۔

مثلاً: ① من احبّ سنتی فقد احبنّی ومن احبنّی کان معی فی الجنۃ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

② من تمسک بسنتی عند فسادِ امتی فلہ اجر مائۃ شہید. (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: جو شخص میری امت کے بگاڑ اور فساد کے زمانہ میں میری سنت کو مضبوط پکڑے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

③ فمن رغب عن سنتی فلیس منی (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: جو شخص میری سنت سے روگردانی کرے گا وہ مجھ سے نہیں۔

④ ومن یعش منکم بعدی فسیریٰ اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنة الخلفآء الراشدین المھدیین (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: فرمایاتم میں سے جوشخص میرے بعدزندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ پس ان حالات میں تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کی پیروی لازم ہوگی۔

مندرجہ بالا چار آیات اور چار احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضور رحمت للعلمین ﷺ کی سنت اور اسوۂ حسنہ کی اتباع اللہ تعالیٰ کی محبت اور اطاعت اور جنت کے حصول کا اولین واحد اور قطعی واسطہ ہے اور آنحضرت ﷺ کی سنت کی پیروی کو شرعاً حجت تسلیم کرنا ایمان کی علامت اور اس کا انکار عدم ایمان کی نشانی ہے۔ امت کے بگاڑ اور فساد اور افتراق واختلاف کے دور میں نہ صرف حضور خاتم النبیین ﷺ کی سنت کی پیروی لازم ہے بلکہ حضور کے خلفائے راشدین کی سنت (طریقہ) کی بھی پیروی لازم ہے جن کو معیار ہدایت بنایا گیا ہے اور جس طرح رسول پاک ﷺ کی محبت اور اطاعت اللہ تعالیٰ کی محبت اور اطاعت کا شرعی نشان ہے، اسی طرح خلفائے راشدین کی محبت اور اطاعت حضور رحمت للعالمین ﷺ کی محبت اور اطاعت کا مذہبی نشان ہے۔

الجماعۃ

اہل السنّت والجماعت کے امتیازی مذہبی نام میں السنة سے مراد سنت رسول (ﷺ) اور الجماعة سے مراد جماعت رسول ﷺ ہے۔ لہٰذا اہل السنت والجماعت سے مراد وہ مسلمان ہیں جو حضور خاتم النبیین ﷺ کی سنت جامعہ سے اپنے قلبی اور ایمانی تعلق کے اعلان کے ساتھ حضور کی جماعت مقدسہ سے بھی اپنی قلبی اور روحانی نسبت کا اظہار واقرار کرتے ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید، دین حق، شریعت اسلامیہ، معجزات محمدیہ، کمالات نبویہ اور سنت جامعہ کے مابعد کی امت تک پہنچنے کا قطعی واسطہ مومنین کاملین کی وہی عظیم جماعت ہے جس کو بلا واسطہ آنحضرت ﷺ سے فیض یاب ہونے کا خصوصی

شرف حاصل ہوا ہے۔ اور نہ صرف یہ کہ جماعت رسول ﷺ کو صحبت نبوی سے علم وعمل کا کمال نصیب ہوا ہے بلکہ انوار نبوت کے پرتو سے ان کے قلوب وارواح کو وہ نورانیت ملی ہے جو بعد کے ان اہل ایمان وتقوی کو نصیب نہیں ہوسکتی جن کو بلاواسطہ زیارت وصحبت نبوی سے فیض یاب ہونے کا موقعہ نہیں مل سکا۔ جماعت رسول ﷺ کے تمام افراد (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) رسالت محمدیہ کے چشم دید گواہ ہیں۔ مومنین کاملین کی یہی وہ جنتی جماعت ہے جن کو رب العلمین نے اپنی حکمت بالغہ کے تحت عالم اسباب میں رسول اللہ کے ساتھ غلبہ دین کا ذریعہ بنایا ہے۔ اس لیے سنت رسول کی نسبت کے اظہار کے بعد جماعت رسول ﷺ کی نسبت کا اظہار بھی ضروری ہے تاکہ اس دینِ کامل اور راہِ جنت کی پوری پوری نشاندہی ہوجائے جو مابعد کی امت کو حضور خاتم النبیین ﷺ اور آپ کی جنتی جماعت کے واسطہ سے ملا ہے۔

دینِ اسلام

چونکہ انسان اپنے حواس، اپنی عقل اور اپنے تجربے کے ذریعہ نفع ونقصان، خیر وشر اور ان کے عواقب ونتائج کا پوری طرح ادراک نہیں کرسکتا اور نہ ہی وہ اپنے خالق ومالک کی رضا اور عدم رضا کو معلوم کرسکتا ہے۔ اس لیے رب العلمین نے انسان کی تعلیم وتربیت اور اصلاح وہدایت کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کے واسطہ سے اپنا دین عطا فرمایا ہے۔ جس کا نام اسلام ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

① اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ .

(پارہ ۳۔ سورۃ آل عمران، رکوع ۲، آیت ۱۹)

ترجمہ: اللہ کے نزدیک (پسندیدہ) دین صرف اسلام ہے۔

② وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ . (سورۃ آل عمران، رکوع ۹، آیت ۸۵)

ترجمہ: اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا وہ اس سے ہرگز قبول

نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

اسلام کا معنی ہے احکام خداوندی کے سامنے جھک جانا، فرمانبرداری کرنا، اور دین کا لغوی معنی جزا، بدلہ اور حساب ہے۔ شرعاً دین اسلام اس نظام حیات کو کہتے ہیں جو رب العلمین نے انسان کی ہدایت وفلاح کے لیے متعین فرمایا ہے جس پر اس دنیا (دارالعمل) میں انسان اپنی فانی حیات میں عمل کرتا ہے۔ اور جس کا پورا پورا بدلہ موت کے بعد آخرت میں ملے گا۔ اسی لیے قیامت کے بعد کے جہان کو یوم الدین کہا جاتا ہے۔ اور دین کا معنی عادت اور اطاعت وعبادت بھی ہے۔ لہٰذا دین سے مراد عبادت واطاعت کا وہ طریقہ ہے جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دی ہے تاکہ اس کے مطابق صالح زندگی گزار کر اپنے رب کی رضا حاصل کرسکیں۔

اصول اسلام

اسلام تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا مشترکہ دین ہے جس کی دعوت اپنی اپنی امت کو ہر پیغمبر علیہ السلام نے دی ہے۔ اسلام کے اولین قطعی اصول تین ہیں۔

(۱) توحید (۲) رسالت (۳) قیامت۔

ان تین اصولوں میں کسی قسم کی کوئی ترمیم اور کمی بیشی نہیں ہوسکتی۔ ان اصول ثلثہ میں سے اگر کسی ایک کا بھی انکار کیا جائے تو کفر لازم آتا ہے۔ تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے ان تین اصولوں کی اپنے اپنے دورِ نبوت میں تبلیغ فرمائی ہے۔ تمام آسمانی کتابوں میں ان کی تصریح وتفصیل پائی جاتی ہے۔ اور خالق کائنات کی آخری کامل و جامع کتاب (قرآن مجید) میں انہی اصول ثلثہ کی جابجا تشریح وتبیین فرمائی گئی ہے۔ اسلام کے باقی تمام عقائد واحکام کا مبنیٰ یہی تین اصول دین ہیں۔

① توحید:

اسلام کا اصل الاصول عقیدہ توحید ہے۔ توحید کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ خالق کائنات

اللہ جل شانہ ایک ہے اور اس کی ذات، اس کی صفات اور اس کے مستحق عبادت ہونے میں اور کوئی بھی اس کا شریک اور ساجھی نہیں ہے۔ خالق کائنات وہی ہے باقی سب اس کی مخلوق ہے۔ موت وحیات (مخلوق کی) صرف اسی کے قبضہ اور اختیار میں ہے۔ مخلوق کے نفع ونقصان کا حقیقی مالک صرف وہی ہے۔ وہ علی کل شیٔ قدیر ہے یعنی جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی ایسی قدرت نہیں رکھتا کہ جو چاہے کر سکے۔ بلکہ مخلوق کا چاہنا اور کرنا بھی اس کی مشیت پر موقوف ہے وہ بکل شئی علیم کی شان رکھتا ہے یعنی ہمیشہ سے ہمیشہ تک (ازلی اور ابدی) ہر چیز کا ہر وقت یکساں علم رکھتا ہے۔ اور وہ نسیان اور بھول چوک سے بھی پاک ہے لیکن اللہ کے سوا اور کوئی بھی ایسا علم نہیں رکھتا۔ وہ ہر بات کو ہر وقت سننے والا ہے۔ اس کے سوا اور کسی میں یہ صفت نہیں پائی جاتی۔ وہ مافوق الاسباب مخلوق کی مصیبتیں دور کرنے والا ہے۔ سب کی حاجتیں اور مرادیں پوری کرنے والا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو اسباب کا محتاج نہ ہو اور بلا اذن الٰہی اور بلا اسباب مخلوق کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کر سکے۔ جب قادر مطلق اور علیم وخبیر (ہر چیز کو ہمیشہ یکساں جاننے والا اور ہر بات کو ہر وقت سننے والا اور اپنے ارادہ کے مطابق ہر کام کرنے والا) صرف وہی ہے تو اس کے سوا اور کوئی بھی معبود (مستحق عبادت) نہیں ہوسکتا۔ سب قولی، فعلی اور مالی عبادتیں صرف اسی کے لیے ہیں۔ وہ قادر مطلق اور ہر طرح علیم وخبیر ہونے کی بنا پر کسی کا بھی محتاج نہیں ہے نہ اس کا کوئی وزیر ہے اور نہ کوئی مشیر اور ساری مخلوق اس کی محتاج ہے۔ دکھ، سکھ اور عزت وذلت سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے باوجود اتنی قدرت رکھنے کے اس کے سارے کام اس کی حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔
بہر صورت عقیدہ توحید کو ماننے سے ایمان حاصل ہوتا ہے اور اس کے انکار سے شرک وکفر لازم آتا ہے۔ اور شریعت میں شرک کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی صفات اور اس کی عبادت میں کسی اور کو بھی شریک کیا جائے۔ عقیدہ توحید کے اقرار واثبات کے لیے اسلام کا جامع کلمہ لا الہ الا اللہ ہے یعنی اللہ کے سوا اور کوئی بھی معبود (لائق عبادت)

نہیں ہے۔ اور چونکہ یہ کلمہ توحید اس آخری امت کو حضرت محمد رسول اللہ کے واسطہ سے ملا ہے اس لیے کلمہ اسلام میں توحید و رسالت دونوں کا اقرار کیا جاتا ہے۔ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کے سوا اور کوئی معبود (مستحق عبادت) نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں)۔

اصلی کلمۂ اسلام

اصلی کلمہ اسلام و ایمان صرف **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ہے۔ جس میں صرف اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضور اکرم ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا جاتا ہے۔ اور رسول امین خاتم النبیین ﷺ نے بھی اپنے تئیس سالہ دور رسالت میں کفار کو داخل اسلام کرتے وقت صرف توحید و رسالت کا ہی اقرار کرایا ہے۔ یہی کلمہ اسلام ہے اور یہی کلمہ ایمان۔

نبی کریم ﷺ نے کسی شخص سے بھی سوائے توحید و رسالت کی شہادت کے کلمہ اسلام میں اور کسی شخصیت کا اقرار نہیں لیا۔ اور توحید و رسالت پر مشتمل یہی وہ کلمہ اسلام ہے جس پر تمام ملت اسلامیہ کا اجماع ہے۔ خلفائے راشدین امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضٰی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تیس سالہ دور خلافت راشدہ میں متفقہ طور پر یہی اصلی کلمہ اسلام تھا جس میں سوائے اللہ کی توحید اور حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی رسالت کے اقرار کے اور کسی نبی و رسول اور خلیفہ و امام کے اقرار کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا۔ اس لیے بطور کلمہ اسلام و ایمان کے اس میں کمی بیشی کرنا یعنی توحید و رسالت میں سے کسی کا انکار کرنا یا توحید و رسالت کی شہادت کے علاوہ اور کسی خلیفہ و امام یا ولی مجدد کی خلافت و امامت یا ولایت و مجددیت کی شہادت کو از روئے عقیدہ ضروری قرار دینا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اصلی اور اجماعی کلمہ اسلام پر قائم دائم رکھے۔ آمین

② نبوّت

خالق کائنات نے اس دنیا میں انسان کو اپنا خلیفہ اور نائب بنایا ہے۔ اس نے اپنی حکمت بالغہ کے تحت انسان میں جو جامعیت رکھی ہے وہ ملائکہ میں نہیں ہے۔ اور گو جنات بھی شریعت کے مکلف ہیں اور ان کے لیے بھی جزاء وسزا ہے۔ لیکن بوجہ ناری ہونے کے ان میں بھی بار خلافت اٹھانے کی استعداد نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے جنات میں سے کسی کو نبی نہیں بنایا گیا بلکہ ان کی ہدایت کے لیے بھی وہی انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے ہیں جو انسانوں کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے ہی پیغمبر بھیجے ہیں۔ اور دراصل رب العٰلمین کے بلاواسطہ خلیفہ اور نائب پیغمبر ہیں اس لیے حسب اعلان خداوندی اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (تحقیق میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں)۔ اس دنیا میں پہلے انسان اور پہلے خلیفۃ اللہ (پیغمبر) حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ آپ کے بعد تمام پیغمبر آپ کی اولاد میں سے ہی ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ پیغمبر بحیثیت خلیفہ اور نائب ہونے کے احکام خداوندی نافذ کرتے ہیں وہ رب العٰلمین اور دوسرے بندوں کے مابین ایک واسطہ ہوتے ہیں۔ بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ ان کو اپنا دین عطا کرتا ہے اور وہ احکام خداوندی اس کے بندوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ پیغمبر معصوم ہوتے ہیں ان کے باطن نورانی اور پاک صاف ہوتے ہیں۔ ان سے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کا صدور نہیں ہوتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں تبلیغ کرتے ہیں۔ وہ ہر کام رضائے الٰہی کے تحت کرتے ہیں۔ ان سے صرف بھول چوک ہوسکتی ہے جو درحقیقت گناہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر فریضۂ رسالت میں کوتاہی نہیں کر سکتے۔ ان سے اگر کوئی بھول چوک اور لغزش ہو جاتی ہے تو اس کا تعلق فریضۂ رسالت سے نہیں ہوتا۔ اگر بالفرض انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی و رسول کے متعلق یہ کہا جائے کہ ان سے فریضہ رسالت میں کوتاہیوں کا صدور ہوا ہے تو اس کی بنا پر قادر مطلق خدا پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس نے العیاذ باللہ پیغمبر کے انتخاب

میں غلطی کی ہے۔تمام پیغمبر اپنی اپنی امت پر اتمام حجت کردیتے ہیں تاکہ قیامت کے دن کوئی بارگاہ خداوندی میں ان کے خلاف کوئی عذر داری نہ پیش کر سکے۔

انبیائے کرام علیہم السلام بے عیب ہوتے ہیں ان کی سیرت معیاری ہوتی ہے اور گو ہر پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے باکمال بنایا ہے لیکن ان میں بھی فرق مراتب پایا جاتا ہے جن انبیائے کرام کو مستقل شریعت اور کتاب دی جاتی ہے ان کا درجہ ان انبیائے کرام علیہم السلام سے بڑا ہوتا ہے جو صاحب کتاب وشریعت نہیں ہوتے بلکہ کسی صاحب شریعت رسول علیہ السلام کی سابقہ شریعت ہی کی تبلیغ کرتے ہیں۔ البتہ ان پر اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوتی ہے اور بطور اتمام حجت کے ان سے معجزات کا بھی صدور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبروں پر ایمان لانا اور ان کی اتباع کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور آخرت میں فلاح پانے کا ذریعہ ہے۔ اور ان کی نافرمانی اور ان کا انکار یا ان کی بے ادبی موجب عذاب وغضب خداوندی ہے۔

منصبِ ختمِ نبوت

اس دنیا میں پہلے نبی ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام اور آخری نبی امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ ہیں۔ رب العٰلمین نے بنی آدم کی اصلاح وہدایت کے لیے نبوت کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کیا تھا وہ لاکھوں انبیائے کرام علیہم السلام کے مبعوث ہونے کے بعد بالآخر افضل الانبیاء پر ختم کردیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اعلان فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا.

(پارہ ۲۲۔ سورۃ الاحزاب، رکوع ۵، آیت ۴۰)

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں

اور لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔

عربی لغت میں خاتم بمعنی مہر بھی آتا ہے اور بمعنی آخر بھی اور چونکہ کسی چیز پر مہر لگانے کے بعد اس کے اندر کی چیز باہر نہیں آسکتی اور باہر کی چیز اندر نہیں جاسکتی۔ اس لیے نبیوں کے لیے مہر ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسول کریم رحمت للعلمین ﷺ تک جتنے نبی بن چکے ہیں ان کی تعداد وہی رہے گی نہ اس میں کسی اور نبی کا اضافہ ہوگا اور نہ ان میں سے کسی کی نبوت سلب کی جائے گی اور خاتم بمعنی آخر کا یہ مفہوم ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ اب کسی کو بھی نبوت نہیں دی جائے گی۔ اِعطائے نبوت کا سلسلہ حضور خاتم النبیین ﷺ پر ختم کر دیا گیا ہے اور خود نبی کریم نے بھی ختم نبوت کا یہی مفہوم واضح فرمایا ہے۔ مثلاً

① انه لانبی بعدی وسیکون خلفآء فیکثرون (ترمذی)

ترجمہ: میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور عنقریب بکثرت خلفاء ہوں گے۔

① ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولانبی. (ترمذی)

ترجمہ: تحقیق رسالت اور نبوت ختم ہوچکی ہے پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔

قرآنی آیات اور نبوی ارشادات کی بنا پر تمام امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کا آج تک یہ اجماعی عقیدہ رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی رسالت و نبوت قیامت تک کے تمام جن وانس کے لیے ہے۔ تمام ازمنہ اور امکنہ کے لیے ہے۔ حضور ﷺ کے بعد پیدا ہوکر اگر کوئی شخص نبوت و رسالت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ قطعی کافر ہے اور اس کو نبی و رسول یا ولی مجدد ماننے والے بھی قطعی کافر ہیں۔ اسی لیے علمائے امت نے دورِ حاضر کے مشہور دجال و کذاب مرزا غلام احمد قادیانی کو اس کے دعویٰ نبوت کی بنا پر قطعی کافر قرار دیا ہے۔ اور اس کو نبی یا مجدد ماننے والوں کو بھی (خواہ وہ قادیانی گروہ سے تعلق رکھتے ہوں یا لاہوری

گروپ سے) کفار میں شمار کیا گیا ہے۔ اور الحمد للہ ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ کو آئین ساز اسمبلی میں لاہوری اور قادیانی دونوں قسم کے مرزائی گروہوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔ چنانچہ آئین میں ترمیم کے بعد جو قانونی دفعات منظور کی گئی ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں:

① یہ قانون آئین میں دوسری ترمیم کا قانون مجریہ ۱۹۷۴ء کہلائے گا۔ یہ قانون فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔

② اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل ۱۰۶ کی دفعہ نمبر ۳ میں لفظ فرقے کے بعد قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کے افراد کے الفاظ شامل کیے جائینگے۔

③ آئین کے آرٹیکل ۲۶۰ میں دفعہ نمبر ۲ کے بعد حسب ذیل نئی دفعہ شامل کی جائے گی۔

① جو شخص حضرت محمد مصطفٰے کے خاتم النبیین ہونے پر مکمل اور غیر مشروط یقین نہ رکھتا ہو یا حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کے بعد الفاظ کے کسی بھی مفہوم یا اظہار کی صورت میں نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہو یا اس قسم کے دعویدار کو نبی یا مصلح مانتا ہو وہ آئین یا قانون کے مقاصد کے تحت مسلمان نہیں ہے۔ اور تعزیرات پاکستان کی دفعہ نمبر ۲۹۵ میں حسب ذیل تشریح بھی شامل کردی گئی ہے کہ:

''جو مسلمان حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کے خاتم النبیین ہونے (جیسا کہ آئین کے آرٹیکل نمبر ۲۹۰ کی دفعہ نمبر ۳ میں صراحت کردی گئی ہے) کے تصور کے خلاف عقیدہ رکھے عمل کرے یا پرچار کرے گا اسے اس دفعہ کے تحت سزا دی جاسکے گی۔''

(بحوالہ نوائے وقت راولپنڈی ۸؍ستمبر ۱۹۷۴ء)

بعض شبہات کا ازالہ!

قادیانی دجال کے پیروکار یہ اعتراض کرتے ہیں کہ نبوت و رسالت تو بنی آدم کے

لیے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے جس کا سلسلہ جاری رہنا ہی بندوں کے لیے انعام خداوندی ہے۔ اس لیے اس نعمت کا ختم ماننا انکار وکفران نعمت ہے۔

الجواب

بلاشک نبوت ورسالت بنی آدم کے لیے نعمت ہے اور عقیدہ ختم نبوت کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ نعمت نبوت بالکل ہی ختم ہوگئی ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی نبوتوں کے سلسلہ کو ختم کر کے اللہ تعالیٰ نے ایک سب سے بڑی نبوت و رسالت، رسالت محمدیہ کی صورت میں اس آخری امت کو عطا فرمائی ہے جو قیامت تک رہے گی۔ حضرت محمد رسول اللہ آفتاب رسالت ہیں۔ اور آفتاب عالمتاب کے ہوتے ہوئے اور کسی روشنی کی ضرورت نہیں رہتی۔ ختم نبوت سے مراد اعطائے نبوت کا انقطاع ہے نہ کہ آفتاب نبوت ورسالت کا۔

② عقیدہ ختم نبوت کے باجود مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر زندہ اٹھالیا ہے۔ آپ پر ابھی تک طبعی موت نہیں آئی اور آپ قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہونگے اور دجال اکبر کو قتل کریں گے۔

اس پر مرزائی گروہ یہ اعتراض کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا عقیدہ مسلمانوں کے عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے۔ اور اگر نزول عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں حالانکہ وہ بھی نبی ہیں تو پھر مرزا غلام احمد قادیانی کو آنحضرت ﷺ کے بعد نبی ماننا بھی عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے؟

الجواب

حضرت محمد رسول اللہ کی ختم نبوت کا جو مفہوم تمام امت محمدیہ مانتی ہے اور جس کی وضاحت مندرجہ بالا مفہوم میں کردی گئی ہے وہ عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ سے پہلے کے نبی ہیں نہ کہ بعد کے۔ آپ کا دور رسالت

تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے تقریباً ساڑھے پانچ سو سال پہلے گزر چکا ہے جس میں آپ نے بنی اسرائیل کو تبلیغ رسالت فرمائی ہے اور باذن اللہ آپ سے احیاءِ موتی جیسے عظیم معجزات کا ظہور بھی ہو چکا ہے اور مروجہ سن عیسوی بھی (جواب ۱۹۷۹ء ہے) اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور خاتم النبیین ﷺ سے پہلے کے نبی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو طویل حیات عطا فرمائی ہے۔ اور جسم عنصری سمیت آسمانوں پر اٹھالیا ہے اور دوبارہ آپ زمین پر نزول فرمائیں گے تو اس وقت آپ اپنی نبوت کی تبلیغ نہیں فرمائیں گے بلکہ شریعت محمدیہ کی تبلیغ فرمائیں گے۔ لہٰذا رفع عیسےٰ و نزول عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ ختم نبوت کے بالکل خلاف نہیں ہے۔ بہرحال رفع و نزول عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ بھی برحق ہے اور ختم نبوت کے مذکورہ مفہوم پر امت مسلمہ کا اجماع بھی برحق ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام دجالی فتنوں سے ملت اسلامیہ کو محفوظ رکھیں۔ (آمین)

③ قیامت

قیامت پر ایمان لانا بھی توحید و رسالت کی طرح فرض ہے۔ فرداً فرداً اولاد آدم کی موت کے بعد تمام بنی آدم بلکہ موجودہ تمام جہان دنیا کی اکٹھی موت کے دن کو روز قیامت کہتے ہیں اور اس دن انسان کے تمام اعمال زندگی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے اس دنیا میں انجام دیئے تھے۔ اس لیے قیامت کو یوم الدین (روز جزا) بھی کہتے ہیں حق تعالیٰ جنتی اعمال والوں کو جنت میں اور جہنمی اعمال والوں کو دوزخ میں داخل کریں گے۔ کافر ہمیشہ جہنم میں اور اہل ایمان آخرکار جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

رسولِ کامل

تمام پیغمبر بے عیب اور معصوم ہیں اور اپنے اپنے درجہ میں کامل ہیں۔ ہر نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے امت کی ہدایت کے لیے حسب ضرورت و کمالات نبوت دے کر مبعوث فرمایا ہے لیکن اس آخری امت کے لیے رب العٰلمین نے حضور رحمت للعالمین کو

خاتم النبیین (آخری نبی) بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور اب کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا اور قیامت تک ہر زمان و مکان کے اعتبار سے حضور ﷺ ہی کی نبوت و رسالت تمام جن و انس کے لیے ہے۔ اس لیے خالق کائنات نے آنحضرت ﷺ کو نبوت اور رسالت کے سارے کمالات عطا فرما دیئے ہیں نہ صرف سیرت بلکہ صورت میں بھی حضور ﷺ سب سے اعلیٰ شان رکھتے ہیں۔ معجزات محمدی انبیائے سابقین علیہم السلام کے معجزات سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم ﷺ کو ملائکہ اور انبیاء وغیرہ ساری مخلوق سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے۔ حضور ﷺ کو جو قربِ خداوندی حاصل ہے وہ اور کسی پیغمبر اور فرشتہ کو حاصل نہیں۔ آنحضرت ﷺ کو جو جسمانی اور روحانی خصائص عطا کیے گئے ہیں وہ اور کسی کو نہیں عطا کئے گئے۔ عالم دنیا، عالم برزخ اور عالم آخرت وغیرہ تمام جہانوں میں حضور ﷺ ہی کو سیادت و امامت حاصل ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

انا سید وُلد اٰدم یوم القیٰمۃ ولا فخر و بیدی لوآء الحمد ولا فخر وما من نبیّ یومئذ اٰدم فمن سواہ الا تحت لوائی۔ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور مجھے فخر نہیں ہے اور میرے ہاتھ میں اللہ کی حمد کا جھنڈا ہوگا اور فخر نہیں ہے اور حضرت آدم اور تمام انبیائے میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے اور فخر نہیں ہے۔

علاوہ ازیں نبی کریم رحمت للعالمین خاتم النبیین ﷺ کو قیامت میں تمام بنی آدم کے لیے شفاعتِ کبریٰ کا مقام نصیب ہوگا۔ آنحضرت ﷺ ہر اعتبار سے رسول کامل (آفتاب رسالت) ہیں۔ خالق کائنات نے اپنی مخلوق میں آپ جیسا باکمال نہ پہلے پیدا کیا ہے اور نہ آئندہ پیدا کرے گا۔

دینِ کامل

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی علیہ السلام کو ان کی امت اور زمانہ کے احوال کے مطابق جو دین

دیا ہے وہ ان کی ضروریات کے تحت ہدایت کے لیے کامل تھا۔ انبیائے سابقین علیہم السلام کے احکام شریعت اپنی اپنی امت کے لیے کافی تھے لیکن امم سابقہ کو جو دین دیا گیا تھا وہ قیامت تک کے ہر دور اور ہر قوم کے لیے کافی نہ تھا کیونکہ ان انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوت کا زمانہ محدود تھا۔ اور حضور خاتم الانبیاء کی نبوت و رسالت چونکہ قیامت تک کے لیے ہے اب نہ کوئی نئی نبوت ہوگی اور نہ ہی کوئی نئی شریعت۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے تحت اس آخری امت کی ہدایت کے لیے جو دین عطا فرمایا ہے وہ قیامت تک کی امت کے لیے ہر دور اور ہر قوم کی ضروریات کے لیے اصولی طور پر کافی جامع اور کامل ہے۔ جس طرح ہمارے رسول کریم ﷺ آخری نبی کی حیثیت سے کامل علی الاطلاق اور نبوت و رسالت کے تمام کمالات کے جامع ہیں۔ اسی طرح آنحضرت کو جو دین دیا گیا ہے وہ بھی بہ نسبت سابقہ ادیان کے کامل علی الاطلاق ہے کہ خواہ انسان اور زمان میں ہزاروں انقلابات آتے رہیں یہی دین اصولی طور پر تربیت و تکمیل انسانیت کے لیے منبع ہدایت رہے گا۔ اسی بنا پر رب کائنات نے آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کی طرح قرآن مجید میں تکمیل دین کا بھی اعلان فرما دیا ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (پارہ ۶۔ سورۃ المائدہ، رکوع ۱، آیت ۳)

ترجمہ: آج کے دن تمہارے لیے میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور میں نے تمہارے لیے دین اسلام پسند کر لیا۔

کتابِ کامل

ہر نبی پر امت کی رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوتی ہے۔ لیکن ہر نبی علیہ السلام کو مستقل کتاب نہیں دی گئی اور بعض انبیاء پر چھوٹے چھوٹے صحیفے نازل ہوتے رہے ہیں۔ اور بعض پر کتابیں نازل کی گئی ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات، حضرت

داؤد علیہ السلام کو زبور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دی گئی ہے جن انبیاء علیہم السلام پر مستقل شریعت اور کتاب نازل کی گئی ہے ان کو شرعی اصطلاح میں رسول کہا جاتا ہے۔ لیکن وہ رسول چونکہ آخری نبی نہیں تھے اس لیے ان پر جو آسمانی کتابیں نازل ہوئی ہیں وہ صرف محدود زمانوں کے لیے تھیں۔ ان میں ایسے احکام نہیں تھے جو قیامت تک کی ہدایت کے لیے کافی ہوں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں کی حفاظت نہیں فرمائی اور ان میں انسانی تصرفات کی وجہ سے تحریف و تبدیلی ہوگئی۔ لیکن حضرت محمد رسول اللہ چونکہ آخری نبی ہیں اور حضور ﷺ کا دین آخری کامل و مکمل دین ہے اس لیے قیامت تک کی اصولی ہدایت کے لیے حق تعالیٰ نے کتاب بھی کامل عطا فرمائی ہے۔ اور اس کی حفاظت کا بھی اعلان فرما دیا ہے۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ

(پارہ ۱۴۔ سورۃ الحجر، رکوع ۱، آیت ۹)

ترجمہ: تحقیق ہم نے اس نصیحت (کی کتاب) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔

چونکہ قادر مطلق نے قرآن مقدس (کتاب کامل) کی حفاظت کی ذمہ داری لے لی ہے اس لیے ساری مخلوق مل کر بھی حفاظت خداوندی کے خلاف کامیاب نہیں ہوسکتی۔ گو اعدائے اسلام نے قرآن مجید کو محرف بنانے کے لیے طرح طرح کی سازشیں کی ہیں اور کرتے بھی رہیں گے لیکن وہ اعلان خداوندی کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ حضور خاتم النبیین ﷺ جس ترتیب سے قرآن حکیم کی تعلیم فرما گئے ہیں اور اسی ترتیب کے مطابق دورِ رسالت میں بھی سینکڑوں حفاظ قرآن موجود تھے۔ جن میں خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام خصوصیت سے مذکور ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے بعد اسی ترتیب سے قرآن مقدس ہر زمانہ میں موجود رہا ہے۔ آج بھی لاکھوں حفاظ قرآن موجود

ہیں۔ کتابی صورت میں کروڑوں کی تعداد میں قرآن حکیم کی اشاعت ہو رہی ہے اور حسب وعدہ خداوندی ان شاءاللہ قیامت تک جن وانس کی ہدایت کے لیے محفوظ اور موجود رہے گا۔ گو قرآن کا نزول دوسری ترتیب سے ہوا ہے جو رب العلمین کی حکمت پر مبنی ہے لیکن آنحضرت ﷺ نے اپنے بلاواسطہ تلامذہ (صحابہ کرام) کو اسی ترتیب کی تعلیم دی ہے جو آج دنیا میں موجود ہے۔ اس لیے قرآن مجید میں جس طرح کمی بیشی نہیں کی جاسکتی اسی طرح اس کی ترتیب میں بھی کسی مخلوق کا تصرف نہیں چل سکتا۔ اگر بالفرض یہ کہا جائے کہ قرآن کی ترتیب میں حضور اکرم ﷺ کے بعد تبدیلی کر دی گئی ہے۔ تو اول تو یہ نظریہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے اعلان کے خلاف ہے کیونکہ حفاظت قرآن سے مراد ہر طرح سے کلی ہی حفاظت مراد ہوسکتی ہے نہ کہ جزوی۔ دوسرے یہ کہ اگر اصلی ترتیب میں بالفرض انسانی ہاتھوں سے تبدیلی کی گئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس قرآن مجید کی حفاظت کیوں نہیں فرمائی جو آنحضرت ﷺ نے ترتیب دیا تھا۔ کیا کوئی شخص یا گروہ موجودہ قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن پیش کرسکتا ہے جو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی تعلیم فرمودہ ترتیب کے مطابق ہو۔ اور اگر کہیں ایسا قرآنی نسخہ موجود ہو لیکن امت کی اس تک رسائی نہیں ہوسکتی تو اس کا امت محمدیہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کو کیا فائدہ پہنچ رہا ہے؟ بہر حال اس حقیقت پر ایمان لانا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرآن حکیم جس ترتیب سے قیامت تک کی ہدایت کے لیے ضروری تھا اسی ترتیب سے آج تک موجود ہے اور ان شاءاللہ تعالیٰ حفاظت خداوندی کے تحت قیامت تک موجود رہے گا۔ اور موجودہ ترتیب سے ہی لاکھوں حفاظ قرآن کا وجود اس امر کی دلیل ہے کہ یہی ترتیب حق تعالیٰ کی پسندیدہ ہے اور اسی ترتیب سے محبوب خدا حضرت محمد مصطفٰے ﷺ نے بحکم خداوندی اپنے اصحاب کو تعلیم دی ہے۔

ماشاء الله لاقوة الا بالله.

جماعتِ کامل

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ کے تحت اس آخری امت کو رسول کامل، دین کامل اور کتاب کامل جیسی کامل ترین نعمتیں عطا فرمائی ہیں تو اسی کی حکمت کاملہ کا یہ تقاضا تھا کہ نبی کریم رحمت للعالمین ﷺ سے بلاواسطہ تعلیم و تربیت حاصل کرنے والے افراد امت بھی کامل بن جائیں جن کو حق تعالیٰ نے رسول اللہ کی نصرت کے لیے چن لیا تھا۔ چنانچہ قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کی فیض یافتہ کامل جماعت کا جا بجا تذکرہ موجود ہے۔ مثلاً آیت:

① كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (پارہ۴۔سورۃ آل عمران،رکوع ۱۲،آیت ۱۱۰)

ترجمہ: تم سب سے بہتر جماعت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لیے ظاہر کی گئی ہے۔ تم نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت میں بہتر جماعت (خیر امت) سے مراد وہی مومنین کاملین ہیں جو اس کے اولین مخاطب ہیں اور جن کو زیارت و صحبت نبوی کی نعمت نصیب ہوئی تھی اور اُخرجت للناس سے واضح ہوتا ہے کہ جماعت رسول ﷺ کو حق تعالیٰ نے خصوصی طور پر کامل ہدایت عطا فرمائی ہے تاکہ وہ دوسرے لوگوں کے لیے ذریعہ ہدایت بن سکیں جو زیارت و صحبت نبوی کا شرف حاصل نہیں کر سکے۔ بہرحال جب بلاواسطہ جماعت رسول ﷺ کو خود خداوند عالم نے تمام امتوں اور جماعتوں سے بہتر فرمایا ہے تو پھر جماعت صحابہ کے بہتر ہونے میں کسی اہل ایمان کو کیونکر شک ہو سکتا ہے۔

② وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۚ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ۔

(پارہ۵۔سورۃ النساء،رکوع ۱۸،آیت ۱۱۵)

ترجمہ: اور جو شخص رسول اللہ کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس پر ہدایت واضح ہوچکی ہے۔ اور جو مومنین کی راہ کے علاوہ کسی اور راہ پر چلے گا تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دینگے اور (قیامت میں) ہم اس کو جہنم میں داخل کرینگے اور وہ بہت براٹھکانہ ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جہنم میں داخل کرنے کا اعلان فرمایا ہے جو رسول اللہ کی مخالفت کرنے والے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کو بھی جہنم کی وعید سنائی گئی ہے جو المومنین کے راستہ کے خلاف کسی اور راستہ پر چلنے والے ہیں۔ ظاہر ہے کہ آیت میں المومنین سے مراد وہی اہل ایمان ہیں جو نزول آیت کے وقت موجود تھے۔ جو قرآن کے اوّلین مخاطب ہیں اور جن کو بارگاہِ رسالت سے فیض یاب ہونے کا عظیم دینی شرف نصیب ہوا ہے۔ یہی رسول اللہ کی وہ کامل جماعت ہے جن کا اس آیت سے دوسروں کے لیے معیار حق ہونا ثابت ہوتا ہے کہ جن کی پیروی میں جنت ملتی ہے اور جن کی مخالفت سے عذاب جہنم کا سزا وار بنتا ہے۔ مجموعی حیثیت سے رسول اللہ کے بعد جماعت رسول اللہ (یعنی صحابہ کرامؓ) کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قطعی وحی میں وہ شرعی مقام عطا فرمایا ہے جو انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد اور کسی کو نصیب نہیں ہوا کہ ان کی اتباع باعث رضائے الٰہی اور ان کی مخالفت موجب غضب خداوندی ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

③ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

(پارہ اول۔ سورۃ البقرۃ، رکوع ۱۶، آیت ۱۳۷)

ترجمہ: سو اگر وہ بھی اسی طریق سے ایمان لے آئیں جس طریق سے تم ایمان لائے ہو تو وہ بھی ہدایت پر ہونگے۔ اور اگر وہ اس طرح ایمان لانے سے روگردانی کریں تو بیشک وہ مخالفت میں ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان کی شر سے بچانے کے لیے آپ کو کافی ہے اور وہی ہر بات کو سننے والا اور ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں بھی اٰمَنتُم سے مراد وہی جماعت رسول کے افراد ہیں جو ایمان و ہدایت میں دوسروں سے سبقت حاصل کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کامل کو ان لوگوں کے ایمان کے لیے ایک معیار قرار دیا ہے جو ابھی تک ایمان نہیں لائے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اصحابِ رسول ﷺ درجہ بدرجہ دوسروں کے لیے معیار حق و ایمان ہیں۔ جن کے ایمان کو صحیح اور معیاری تسلیم کرنے کے بغیر کسی کو ایمان نصیب نہیں ہوسکتا۔

۴ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۔

(پارہ ۲۶۔ سورۃ الفتح، رکوع ۴، آیت ۲۹)

ترجمہ: (حضرت) محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت (مضبوط) ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں ان کو کہ وہ رکوع کرنے والے اور سجدہ کرنے والے ہیں۔ وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ سجدہ کے آثار ان کے (نورانی) چہروں پر نمایاں ہیں۔ ان کے یہ اوصاف تورات میں بھی ہیں اور انجیل میں بھی۔ ان کی مثال اس کھیتی کی سی ہے جس نے اپنی سوئی نکالی۔ پھر اس نے اس کو مضبوط کیا پھر وہ موٹی ہوگئی۔ پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی۔ کسانوں کو وہ کھیتی بہت اچھی لگتی ہے۔ (اور اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول ﷺ کے اوصاف اس لیے بیان فرمائے ہیں) تا کہ وہ ان کی وجہ سے کافروں کو غصہ دلائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے جو ان میں سے ایمان اور عمل صالح رکھتے ہیں مغفرت اور

اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

یہ آیات ان تقریباً چودہ سو اصحاب رسول ﷺ کے حق میں نازل ہوئی ہیں جو واقعہ حدیبیہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے اور جن کو ایک کیکر کے درخت کے نیچے حضور رحمت للعالمین ﷺ کے دست مبارک پر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا انتقام لینے کے لیے موت و جہاد کی بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا اور جن کو اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ فتح کی آیت لقد رضی اللہ عن المومنین اذیبا یعونک تحت الشجرۃ میں اپنی رضا مندی کی سند عطا فرمائی تھی (یعنی اللہ تعالیٰ ان اہل ایمان سے راضی ہو گیا جو ایک درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے) اسی لیے اس تاریخی بیعت کو بیعت رضوان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ قرآن میں مذکورہ بالا مخصوص صفات کاملہ ان اصحاب حدیبیہ کو آنحضرت ﷺ کی معیت وصحبت کے فیضان سے نصیب ہوئی تھیں۔ اس لیے درجہ بدرجہ ان آیات کا مصداق ثانوی درجے میں وہ تمام اصحاب ثابت ہوتے ہیں جن کو حضور رحمت للعالمین ﷺ کی صحبت اور سنگت کا عظیم شرف حاصل ہوا ہے۔

(۲) لیغیظ بھم الکفار کی آیت سے معلوم ہوا کہ اصحاب رسول ﷺ کی ایمانی صفات کے تذکرہ سے جس آدمی کے دل میں غیظ وغضب پیدا ہو جائے وہ کافر ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی بیان فرمودہ کھیتی کی مثال سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب رسول ﷺ کی کثیر تعداد قرآن کی مذکورہ صفات سے متصف ہے نہ کہ معدودے چند اصحاب کیونکہ کھیتی میں ہزار ہا پودے ہوتے ہیں۔

(۴) ہری بھری اور پکی ہوئی کھیتی سے معلوم ہوا کہ جماعت رسول ﷺ کے تمام افراد پختہ ایمان والے تھے اور ان کو جماعتی قوت وشوکت ایسی نصیب ہو گئی تھی کہ رسول اکرم ان سے خوش تھے کیونکہ اپنی محنت کی کامیابی کا مشاہدہ فرما لیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ بھی ان مومنین کاملین سے راضی تھا جس نے محض اپنی خصوصی نصرت سے ان کو یہ فتح و کامرانی عطا فرمائی تھی لیکن کفار اور دشمنانِ اسلام جماعت رسول ﷺ کی عظیم اسلامی

شوکت و سطوت کی وجہ سے اپنی کامیابی سے بالکل مایوس ہو گئے تھے۔ اس لیے اندر ہی اندر غیظ و غضب کی آگ میں جلتے رہتے تھے۔

⑤ گو اصلی تورات و انجیل محرف ہو چکی ہیں لیکن پھر بھی ان میں بعض عبارتیں ایسی موجود ہیں جو قرآن مجید کی پیشگوئیوں کی تصدیق کرتی ہیں۔ چنانچہ موجودہ بائیبل میں تورات سفر استثناء، باب ۳۳ میں یہ لکھا ہے کہ:

> خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی۔

یہاں سینا سے مراد کوہ طور ہے اور وہاں سے خداوند کے آنے سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کرنا ہے۔ لیکن کوہ شعیر اور فاران کے پہاڑ عرب میں ہیں۔ ان میں سے جبل شعیر مدینہ منورہ سے متصل ہے اور فاران کا پہاڑ مکہ مکرمہ سے متصل ہے۔ اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آنے کی پیشگوئی کا تعلق فتح مکہ سے ہے جو ۸ھ میں سرور کائنات ﷺ نے دس ہزار صحابہ کے لشکرِ جرار کے ساتھ فتح کیا تھا۔ بائیبل کے قدیم نسخوں میں تو دس ہزار قدوسیوں کے الفاظ ہیں جو واقعہ کے بالکل مطابق ہیں لیکن تورات کی اس عبارت سے چونکہ رسول اللہ اور آپ کے دس ہزار فاتحین صحابہ کی حقانیت ثابت ہوتی تھی۔ اس لیے پادریوں نے بعد کے نسخوں میں بجائے دس ہزار کے لاکھوں کا لفظ لکھ دیا ہے۔ بہر حال قرآن پر ایمان رکھنے والوں کو آنحضرت ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی ان مقدس صفات کو تسلیم کرنا پڑتا ہے جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں۔

⑤ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ.

(پارہ ۱۱۔ سورۃ التوبہ، رکوع ۱۳، آیت ۱۰۰)

ترجمہ: اور جو مہاجرین اور انصار ایمان لانے میں سبقت اور پہل کرنے والے ہیں اور جو لوگ اخلاص سے ان کی پیروی کرنے والے ہیں ان (سب) سے اللہ راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین قسم کے مومنین کا ذکر فرمایا ہے۔

① مہاجرین: جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم سے ترک وطن کیا ہے۔

② انصار: (مددگار) مدینہ منورہ میں رہنے والے صحابہ جنہوں نے رسول اللہ اور مہاجرین صحابہ کی دین میں نصرت فرمائی ہے۔

③ وہ مومنین جو مہاجرین و انصار میں شامل نہیں اور بعد میں آنحضرت ﷺ کے دستِ مبارک پر ایمان لانے والے ہیں۔ اور مہاجرین اور انصار صحابہ کی مخلصانہ طور پر پیروی کرنے والے ہیں۔ اور ان صحابہ کے بعد قیامت تک کے مومنین اس آیت کا مصداق بنتے ہیں جو مہاجرین اور انصار صحابہ کی خلوص و نیکی سے اتباع کرنے والے ہیں۔ ان سب سے اللہ راضی ہے اور وہ بھی اللہ سے راضی ہیں اور اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ تمام اصحاب رسول ﷺ میں سے افضلیت ان صحابہ کرام کو حاصل ہے جو مہاجرین اور انصار میں سے ہیں۔ یہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے معیار ہیں جو ان میں شامل نہیں۔ اور مجموعی حیثیت سے تمام جماعت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بعد کے ان تمام مومنین کے لیے معیارِ حق ہیں جن کو صحابی ہونے کا شرف نصیب نہیں ہوا۔ اور مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بھی یہ چار اصحابؓ افضلیت رکھتے ہیں جن کو حق تعالیٰ نے خلافت راشدہ کا عظیم منصب عطا فرمایا ہے یعنی امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔

احادیث نبویہ اور جماعت رسول ﷺ

نبی کریم رحمت العالمین، خاتم النبیین ﷺ نے اپنی جماعت صحابہ کی جو صفات و خصوصیات بیان فرمائی ہیں وہ بطور نمونہ حسب ذیل ہیں:

① قَالَ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ اِنَّ اللّٰهَ اَخْتَارَ اَصْحَابِیْ عَلٰے الثَّقْلَیْنِ سِوَی النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسِلِیْنَ. (الاصابہ فی تمیز الصحابۃ، جلد اول، مولفہ حافظ ابن حجرؒ عسقلانی محدث)

ترجمہ: رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے انبیاء اور مرسلین کے تمام ثقلین (یعنی جن وانس) میں میرے اصحاب کو چن لیا ہے۔

② قَالَ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ اَکْرِمُوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّھُمْ خِیَارُکُمْ. (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: رسول اللہ نے (اپنی امت کو) ارشاد فرمایا کہ میرے اصحاب کا اکرام کرو کیونکہ وہ تم میں سے بہتر ہیں۔

③ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْم بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ. (مشکوٰۃ شریف وشفاء قاضی عیاضؒ محدث)

ترجمہ: ''میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔''

④ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ اَللّٰهُ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ. فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ. وَمَنْ اٰذَاھُمْ فَقَدْ آذَانِیْ وَمَنْ آذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ. وَمَنْ اٰذَی اللّٰهَ فَیُوْشِکُ اَنْ یَاْخُذَهٗ. (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: رسول اللہ نے فرمایا کہ میرے اصحاب کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو (طعن و جرح کا) نشانہ نہ بناؤ۔ پس جس نے ان سے محبت رکھی اس نے میرے ساتھ محبت رکھنے کی وجہ سے ان سے محبت رکھی۔ کیونکہ جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض

رکھا۔ اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے اللہ کو ایذا پہنچائی۔ اور جو اللہ کو ایذاء دینا چاہے تو قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں پکڑ لے گا۔

⑤ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰے ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً. قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ۔ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: میری امت ۷۳ ملتوں (گروہوں) میں بٹ جائے گی۔ جو سوائے ایک ملت (گروہ) کے سب جہنم میں جائیں گی۔ اصحاب نے عرض کیا کہ وہ جنتی لوگ کون ہونگے تو فرمایا جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقے پر ہونگے۔

اس آخری حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ تمام اصحاب رسول ﷺ۔ حضور ﷺ کے بعد باقی امت کے لیے معیار حق ہیں کہ ان کی اتباع میں جنت ملے گی اور ان کی مخالفت میں جہنم کی سزا ملے گی۔ آنحضرت ﷺ نے جن ۷۳ فرقوں اور گروہوں کے بارے میں پیشگوئی فرمائی ہے اس سے مراد وہ گروہ ہیں جن میں ازروئے عقیدہ اختلاف پایا جاتا ہے نہ کہ فروعی۔ اور اس حدیث کا مضمون اور سابقہ آیات میں آیت (نمبر۲) کا مضمون ایک ہی ہے کہ دونوں جگہ جماعت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مابعد کی امت کے لیے جنتی اور جہنمی ہونے کے لیے ایک شرعی معیار قرار دیا گیا ہے۔

خلاصہ آیات واحادیث

مندرجہ آیات و احادیث سے صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ مجموعی حیثیت سے تمام جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک مخصوص شرعی مقام ہے جو سوائے انبیائے کرام علیہم السلام کے اور کسی امت اور جماعت کو عطا نہیں کیا گیا۔ اور جس طرح رسول اللہ ﷺ کی محبت و اطاعت اللہ تعالیٰ کی محبت و اطاعت کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح اصحابِ رسول ﷺ کی محبت اور پیروی بھی رسول اللہ ﷺ کی محبت اور اطاعت کا دینی ذریعہ ہے۔ اصحاب کی محبت،

خدا اور رسول ﷺ کی محبت کا نشان ہے اور ان کی عداوت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عداوت کی علامت ہے۔ العیاذ باللہ.

ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلافات اور مشاجرات بھی واقع ہوئے ہیں تو اس صورت میں تمام اصحاب رضی اللہ عنہم کی پیروی کیونکر کی جاسکتی ہے؟

الجواب

① قرآن وحدیث کی نصوص میں جو اصحاب رسول ﷺ کی پیروی کا حکم مذکور ہے وہ عقائد واصول دینیہ میں ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اصول وعقائد میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہرگز کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہر صحابی نے مابعد کی امت کو ایک ہی اصول وعقائد اسلامیہ کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ اس شبہ کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

متابعت جمیع اصحاب در اصول دین لازم است و ہرگز در اصول اختلافے ندارند اگر اختلاف است در فروع است۔

ترجمہ: اصول دین میں تمام اصحاب کی اتباع لازم ہے اور ہرگز وہ اصول دین میں اختلاف نہیں رکھتے۔ ان کا اختلاف فروع میں ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

مبلغان شریعت جمیع اصحاب اند کما مر لان الصحابة کلهم عدول. از ہر یکے چیزے از شریعت بما رسیدہ است۔

ترجمہ: شریعت کے پہنچانے والے (دوسرے لوگوں تک) تمام اصحاب ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور تمام صحابہ عادل ہیں۔ ان میں سے ہر ایک سے ہمارے پاس شریعت کا کوئی نہ کوئی حصہ پہنچا ہے۔

اور فرماتے ہیں:

واختلافے کہ درمیان اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوت والتسلیمات واقع شدہ نہ از ہوائے نفسانی بود چہ نفوس شریفہ ایشاں تزکیہ یافتہ بودند وازامارگی باطمینان رسیدہ۔ ہوائے ایشاں تابع شریعت شدہ بود بلکہ آں اختلاف مبنی براجتہاد بود و اعلائے حق الخ۔

ترجمہ: اور اصحاب رسول ﷺ کے درمیان جو اختلاف واقع ہوا ہے وہ نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں تھا کیونکہ ان کے شریف نفس پاک ہو چکے تھے۔ وہ امارگی سے خلاصی پا کر مطمئن بن چکے تھے۔ ان کی خواہشات دین کے تابع ہوگئی تھیں بلکہ ان کا اختلاف اجتہاد پر مبنی تھا اور ان کی نیت اعلائے کلمہ حق کی تھی۔ الخ (مکتوبات امام ربانی جلد اول مکتوب نمبر ۸۰)۔

④ اجتہادی اور فروعی مسائل میں خطا وصواب (صحیح وغلط) کا اختلاف ہوتا ہے نہ کہ ایمان وکفر اور حق وباطل کا۔ اگر ایک صحابی کے قول وعمل کو راجح قرار دے کر اس کو اختیار کیا جائے اور دوسرے پر عمل نہ کیا جائے تو اس سے صحابہ کرام کی مخالفت نہیں لازم آتی۔ لیکن ترجیح دینا بھی ہر ایک کا منصب نہیں ہے۔ یہ کام بھی مجتہدین ومحققین امت کا ہے۔ بہرحال اصولی طور پر تمام صحابہ کرام معیار حق ہیں۔ ان کو جنت اور رضائے خداوندی کی سندِ وحی مل چکی ہے۔ اس لیے کسی صحابی کی بھی تنقیص وتوہین جائز نہیں ہے۔

رضوان اللہ علیہم اجمعین.

اصحاب رسول ﷺ کی یہی وہ جنتی جماعت ہے جو قرآن وحدیث کی روشنی میں واجب الاحترام ہے اور حضور خاتم النبیین ﷺ اور مابعد کی امت میں ایک مؤثر اور برحق شرعی واسطہ ہے۔ اس لیے اسلامِ حقیقی کی صحیح نشاندہی کے لیے اہل السنّت والجماعت کے عنوان سے نسبت رسول اور نسبت جماعت رسول ﷺ کا اظہار واعلان کیا جاتا ہے۔ اور اہل السنّت والجماعت کا یہ عنوان دور صحابہ میں بھی ثابت ہے۔ چنانچہ:

اہل السنّت والجماعت جنتی ہیں

① قرآن مجید میں قیامت کے بارے میں ہے۔

یَّوۡمَ تَبۡیَضُّ وُجُوۡہٌ وَّ تَسۡوَدُّ وُجُوۡہٌ

(پارہ۴۔سورۃ آل عمران، رکوع ۱۱، آیت ۱۰۶)

ترجمہ: اس روز کہ بعض چہرے سفید (نورانی) ہوجائیں گے اور بعض چہرے سیاہ ہونگے۔

اس آیت کے تحت حافظ علامہ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی یوم القیمة تبیض وجوه اهل السنة والجماعة وتسود وجوه اهل البدعة والفرقة قاله ابن عباس.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اہل السنّت والجماعت کے چہرے سفید اور روشن ہونگے اور اہل بدعت اور اہل فرقہ کے چہرے کالے سیاہ ہونگے۔ (تفسیر ابن کثیر)

② حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب محدث پانی پتی" اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

عن ابن عباس انه قرأ هذه الأية وقال تبيض وجوه اهل السنة وتسودوجوه اهل البدعة. (تفسیر مظہری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ (قیامت کے دن) اہل سنت کے چہرے روشن ہونگے اور اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہونگے۔

③ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے معرکہ کربلا میں اپنے مخالفین کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

ان رسول الله ﷺ قَالَ لِیْ وَاَخِیْ اَنۡتُمَا سَیِّدَا شَبَابِ اهل الجنة وَقُرَّةُ

عَیُنِ اَھۡلَ السَّنة (تاریخ کامل ابن اثیر جلد چہارم ۶۲ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: رسول اللہ نے میرے اور میرے بھائی (امام حسن رضی اللہ عنہ) کے بارے میں فرمایا تھا کہ تم دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہو اور اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔

گزشتہ اوراق میں آیات واحادیث کی نصوص کے تحت ثابت ہوگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین چونکہ سنت رسول ﷺ اور جماعت رسول ﷺ کے واسطہ سے مابعد کی امت کو پہنچا ہے اس لیے دین حق اور راہِ جنت کے راستہ کی تعیین وتحدید کے لیے اہل السنّت والجماعت کا عنوان ضروری ہے۔ اور مندرجہ بعض تفاسیر و تاریخی روایات سے بھی ثابت ہوگیا کہ قرنِ صحابہ میں اہل السنّت والجماعت اور اہل سنت کا مذہبی عنوان استعمال کیا جاتا تھا۔ اس لیے یہ الہامی اور جنتی عنوان فرقہ بندی کو بڑھانے کے لیے نہیں بلکہ مذموم فرقہ پرستی کو ختم کرنے اور راہ جنت اور صراط مستقیم پر چلانے کے لیے ہے۔

گبن کا اعتراف

یورپ کا ایک مشہور مورخ مسٹر گبن اپنی تاریخ میں جماعت رسول ﷺ کی تعریف میں لکھتا ہے کہ:

عیسائی اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد (ﷺ) کے مسائل نے اس درجہ نشہ دینی اس کے پیروؤں میں پیدا کیا جس کو عیسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے۔ اور اس کا مذہب اس تیزی سے پھیلا جس کی نظیر دین عیسوی میں نہیں۔ چنانچہ نصف صدی سے کم میں اسلام بہت سی عالی شان اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آ گیا۔ جب عیسیٰ (علیہ السلام) کو سولی پر لے گئے تو اس کے پیرو بھاگ گئے اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ میں چھوڑ کر چل دیئے۔ اگر بالفرض اس کی حفاظت کرنے کی ان کو ممانعت تھی تو موجود رہتے اور صبر سے اس کے اور اپنے ایذا رسانوں کو دھمکاتے برعکس اس کے محمد ﷺ کے پیرو

اپنے پیغمبر کے گرد و پیش رہے اور اس کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر کل دشمنوں پر اس کو غالب کر دیا۔

ولیم میور کا اقرار

مشہور مستشرق سر ولیم میور اپنی کتاب لائف آف محمد میں لکھتا ہے:

ہجرت سے تیرہ برس پہلے مکہ ایک ذلیل حالت میں بے جان پڑا تھا مگر ان تیرہ برسوں میں کیا ہی اثر عظیم پیدا ہوا کہ سینکڑوں آدمیوں کی جماعت نے بت پرستی چھوڑ کر خدائے واحد کی پرستش اختیار کی اور اپنے اعتقاد کے موافق وحی الٰہی کی ہدایات کے مطیع و منقاد ہو گئے۔ اسی قادر مطلق سے بکثرت وشدت دعا مانگتے۔ اسی کی رحمت پر مغفرت کی امید رکھتے اور حسنات اور خیرات اور پاکدامنی اور انصاف کرنے میں بڑی کوشش کرتے تھے۔ اب انہیں شب و روز اسی قادر مطلق کی قدرت کا خیال تھا اور یہ کہ وہی رزاق ہماری ادنیٰ حوائج کا بھی خبر گیر ہے ہر ایک قدرتی اور طبعی عطیہ ہیں۔ ہر ایک امر متعلقہ زندگانی میں اور اپنی خلوت وجلوت کے ہر ایک حادثہ اور تغیر میں اسی کے ید قدرت کو دیکھتے تھے اور اس سے بڑھ کر اس نئی روحانی حالت کو جس میں خوشحال اور حمد کناں رہتے تھے خدا کے فضل خاص و رحمت یا اختصاص کی علامت سمجھتے تھے اور اپنے کور باطن اہل شہر کے کفر کو خدا کے تقدیر کیے ہوئے خذلان کی نشانی جانتے تھے۔ محمد (ﷺ) کو جو ان کی ساری امیدوں کے ماخذ تھے اپنا حیات تازہ بخشنے والا سمجھتے تھے۔ اور ان کی ایسی کامل طور پر اطاعت کرتے تھے جو ان کے رتبہ عالی کی لائق تھی۔ اس تھوڑے ہی زمانے میں مکہ اس عجیب تاثیر سے دو حصوں میں منقسم ہو گیا تھا جو بلا لحاظ قبیلہ و قوم ایک دوسرے کے در پے مخالفت و ہلاکت تھے۔ مسلمانوں نے مصیبتوں کو تحمل و شکیبائی سے برداشت کیا اور گویا

ایسا کرنا ان کی ایک مصلحت تھی مگر پھر بھی ایسی عالی ہمتی کے ساتھ بردباری کرنے کی وجہ سے وہ تعریف کے مستحق ہیں۔

خلفائے راشدین

حضور خاتم النبیین ﷺ کی بعثت کا مقصد غلبہ دین تھا۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا:

هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا. (پارہ ۲۶۔ سورۃ الفتح، رکوع ۴، آیت ۲۸)

ترجمہ: اس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ وہ (اللہ) اس سچے دین کو باقی تمام ادیان (باطلہ) پر غالب کردے اور اللہ کافی ہے (اس کی) گواہی دینے والا۔

دین حق کے غلبہ سے مراد ہر طرح کا غلبہ ہے یعنی دلیل سے بھی اسلام سارے باطل دینوں پر غالب ہے۔ اور اصول دین میں کوئی دوسرا دین اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور خصوصاً قرآن مجید جو اسلام کی قطعی بنیاد ہے اور جو قیامت تک محفوظ رہے گا۔ اس کے اس چیلنج کا اعدائے اسلام نہ آج تک جواب دے سکے ہیں اور نہ قیامت تک ان شاء اللہ جواب دے سکیں گے۔

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ وَ ادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ۝ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَ لَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَ الۡحِجَارَةُ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِیۡنَ. (پارہ اول۔ سورۃ البقرۃ، رکوع ۳، آیت ۲۴)

ترجمہ: اگر تم اس کتاب (قرآن) کی نسبت شک میں ہو جو ہم نے اپنے ایک خاص بندے (یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ) پر نازل کی ہے تو پھر تم اس کی مثل کوئی چھوٹی سی سورت ہی بنا کر لے آؤ اور تم اللہ کے سوا اپنے تمام مددگاروں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر تم ایسا نہ کرو اور ہرگز تم ایسا نہیں کرسکو

گے تو پھر تم اس آگ سے بچو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور وہ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

اور غلبہ دین کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اسلام قوت وشوکت کے اعتبار سے بھی تمام اہل ادیان پر غالب ہوگا اور اس عظیم پیشگوئی کے وقوع میں بھی کوئی اہل عقل و انصاف اختلاف نہیں کرسکتا کہ اسلام نے اپنے ظہور کے بعد بڑی بڑی ابلیسی طاقتوں کو زیر وزبر کر دیا۔ خود حضور خاتم النبیین ﷺ کی حیات طیبہ میں ۸ھ میں مرکز اسلام یعنی مکہ مکرمہ فتح ہوگیا۔ خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بتوں کی خدائی ختم ہوگئی اور جزیرۃ العرب میں اللہ کا قانون نافذ ہوگیا۔ عرب کے بت پرست اور مدینہ کے، یہود نے اپنی پوری طاقت سے اسلام کا راستہ روکنے کی کوشش کی اور تمام مادی وسائل انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے میں صرف کر دیئے لیکن اصحاب رسول ﷺ نے پرچم رسالت کے سایہ میں اپنی مجاہدانہ سرفروشیوں سے نصرت خداوندی کے تحت کفار کی جنگی قوتوں کو پاش پاش کر کے کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ڈنکا بجا دیا۔ یہ ہے رسول اللہ کے مقدس صحابہ کی وہ جماعت کاملہ جس کو حق تعالیٰ نے غلبہ دین کا عظیم مقصد حاصل کرنے کے لیے اپنے رسول اعظم ﷺ کے دامن پاک سے وابستہ کر دیا۔ اور اگر رسول اللہ کو اور قرآن مجید کو اور دین اسلام کو تو اپنی اپنی شانِ اعلیٰ کے مطابق کامل تسلیم کیا جائے لیکن جماعت رسول یعنی صحابہ کرام کو باکمال نہ مانا جائے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ قادر وحکیم خدا نے العیاذ باللہ قرآنِ مقدس، دین مکمل اور رسول اعظم ﷺ کو بے مقصد بھیجا تھا اور ان تین عظیم دینی نعمتوں سے مخلوق خدا کو کوئی نفع دینی حاصل نہیں ہوا۔ لیکن کیا کوئی مومن اس ناکام نتیجہ کو تسلیم کرسکتا ہے جبکہ قرآن حکیم میں یہ اعلان بھی فرمایا گیا ہے اور آپ حضور ﷺ کو اسی مقصد عظیم کے لیے مبعوث فرمایا گیا ہے۔ **لیظھرہ علی الدین کلہ** (تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین حق کو تمام دوسرے دینوں پر غالب کر دے)۔

حقیقت یہ ہے کہ اصحاب رسول ﷺ کی جماعت مقدسہ رسول اکرم ﷺ کے دلائل

نبوت میں سے ایک زبردست دلیل ہے اور ہر ہر صحابی معجزات محمدیہ میں سے ایک ایک معجزہ کی شان رکھتا ہے کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ صحابی رسول ﷺ کی شان مقبولیت ومحبوبیت، نور خلوص وتقویٰ اور مومنانہ ہمت واستقامت اور کسی فرد بشر میں نہیں پائی جاتی۔

رضوان الله علیهم اجمعین.

خلافت راشدہ

حضور رحمت للعالمین ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم کرنے کے بعد چونکہ نئے دین، نئی شریعت اور نئی کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی کیونکہ دین وشریعت اور کتاب اللہ (قرآن مجید) کو کامل ومکمل حیثیت سے قیامت تک کے لیے محفوظ کردیا گیا تھا۔ لہٰذا اب اس امر کی ضرورت تھی کہ آنحضرت ﷺ سے جو دین کامل، شریعت کاملہ اور نظام حق دور رسالت کے مومنین کاملین (صحابہ کرام) کو ملا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے دین کی جو دینی حکومت حضور ﷺ نے قائم فرمائی ہے اور جزیرۃ العرب میں جس طرح شرعی سزاؤں کا نفاذ ہوا ہے اور انسانوں کو صدیوں کے بعد جس اعلیٰ عدل وانصاف کی عظیم حکومت الٰہیہ نصیب ہوئی ہے۔ جس کے ذریعہ لوگوں کے انفرادی اور اجتماعی حقوق محفوظ ہو گئے ہیں اور بندوں کا تعلق اپنے رب سے مضبوط قائم ہو گیا ہے۔ بتوں کے پجاری اور شرک وضلالت کی تاریکیوں میں بھٹکتی ہوئی قوم کو کتاب وسنت کی جو نورانی فضا نصیب ہوئی ہے۔ انوار نبوت سے انسانی قلوب وارواح کو جو نور ایمانی نصیب ہوا ہے یہ عظیم دینی وایمانی نعمتیں نہ صرف یہ کہ محفوظ رہیں بلکہ اللہ کے ان بندوں کو بھی ان نعمتوں سے سرفراز کیا جائے۔ جنہیں بلاواسطہ فیض نبوی حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا اور جو دور دراز ملکوں کے باشندہ ہیں اور اسی طرح کفر وشرک کی ظلمات میں ڈوبے ہوئے ہیں (جس طرح کہ اہل مکہ اور اہل عرب تھے)۔ اس لیے حق تعالیٰ نے حضور خاتم النبیین ﷺ کے بعد اپنی قدرت و

حکمت کے تحت (بجائے نبوت و رسالت کے) خلافت نبوت و رسالت کا ایک نظام حق قائم فرما دیا جو دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور استحکام و غلبہ کا ایک موثر ترین ذریعہ ثابت ہوا ہے۔ فعال لما یرید خدا نے بجائے اس کے کہ انبیاء کی طرح خلفائے رسول کی نامزدگی کا کتاب اللہ میں اعلان کیا جائے۔ قرآن مجید میں ایک عظیم پیشگوئی فرما دی اور خلفائے راشدین کے ناموں کی بجائے ان کی صفات و علاماتِ خلافت کا اعلان فرما دیا۔ چنانچہ حسب ذیل دو آیتیں خلافتِ نبوت کے قائم ہونے کی واضح دلیل ہیں۔

آیت تمکین

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ o الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ. (الحج:۴۰)

ترجمہ: ان لوگوں کو لڑائی کی اجازت دے دی گئی ہے جن سے کفار کی طرف سے لڑائی کی جاتی ہے۔ اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ ان کی نصرت و مدد کرنے پر پوری پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

اس کے بعد انہی مومنین مہاجرین کے بارے میں اعلان فرمایا :

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ o

(پارہ ۱۷۔ سورۃ الحج، رکوع ۶، آیت ۴۰، ۴۱)

ترجمہ: یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں زمین پر تمکین و اقتدار دیں تو یہ لوگ نماز قائم رکھیں اور زکوۃ دیں۔ اور نیک کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں۔ اور سب کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

اس آیت تمکین میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق ایک اعلان فرمایا ہے (جن کو کافروں نے گھروں سے نکال دیا تھا اور وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہو گئے تھے) کہ اگر ہم ان کو ملک میں حکومت و اقتدار دے دیں تو

وہ ضرور ان چار کاموں کی تکمیل کریں گے اور چونکہ ان مہاجرین صحابہ کرام میں سے آنحضرت ﷺ کے بعد صرف ان چار اصحاب کو ہی ملکی اقتدار عطا فرمایا ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اس لیے حسب اعلان خداوندی قرآن پر ایمان رکھنے والوں کے لیے یہ قطعی عقیدہ لازم ہے کہ ان چاروں خلفاء نے ضرور وہ کام سرانجام دیئے ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے یعنی اقامت صلوٰۃ، ایتاء زکوٰۃ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اگر کوئی شخص باوجود اس اعلانِ خداوندی کے ان خلفائے اربعہ کو برحق خلفاء نہیں تسلیم کرتا تو وہ اس آیت کا منکر ہے اور اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا مذکورہ اعلان صحیح ثابت نہیں ہوا۔ العیاذ باللہ. اور اس آیت کا یہ مطلب بھی نہیں لیا جاسکتا کہ مذکورہ تمکین واقتدار کا وعدہ مابعد کے خلفاء کے لیے ہے کیونکہ یہ اعلان اَلَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِھِمۡ کے لیے ہے جو مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور سوائے ان چار خلفاء کے صحابہؓ میں سے اور کسی مہاجر صحابی کو خلافت نہیں ملی۔ اسی بنا پر ان چاروں خلفاء کی خلافت کو خصوصی طور پر خلافت راشدہ کہتے ہیں جو قرآن کی موعودہ خلافت ہے۔ اور یہ خلافت ان چار یارؓ میں ہی منحصر ہے۔

① آیت استخلاف

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِيۡنَهُمُ الَّذِى ارۡتَضٰى لَهُمۡ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا يَعۡبُدُوۡنَنِىۡ لَا يُشۡرِكُوۡنَ بِىۡ شَيۡـًٔا وَمَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰ لِكَ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ

(پارہ ۱۸۔ سورۃ النور، رکوع ۷، آیت ۵۵)

ترجمہ: اللہ نے وعدہ فرمایا ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں تم میں سے اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں کہ ضرور ان کو خلیفہ بنائے گا زمین میں جیسا اس نے ان لوگوں کو خلیفہ بنایا ہے جو ان سے پہلے ہوئے ہیں اور ضرور ان کو ان کے

لیے اس دین کی طاقت (تمکین) دے گا جو اس نے ان کے لیے پسند کرلیا ہے۔ وہ (خلفاء) میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں بنائیں گے اور اس کے بعد جو شخص انکار (یا ناشکری) کرے گا تو وہ لوگ فاسق (نافرمان) ہونگے۔

اس آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ان ایمان و عمل صالح والے صحابہ کرام کو خلیفہ بنانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ جو اس آیت کے نازل ہونے کے وقت موجود تھے۔ جس پر لفظ مِنکُمْ دلالت کرتا ہے۔ اور چونکہ نبی کریم رحمت للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد مہاجرین صحابہ میں سے بالترتیب صرف حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو ہی خلافت اور جانشینی کا عظیم شرف نصیب ہوا ہے اس لیے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن خلفاء کے متعلق اس آیت میں وعدہ فرمایا تھا۔ وہ یہی چار ہیں ان کی خلافت قرآن کی موعودہ خلافت ہے اور اگر ان چار خلفاء کو اس آیت کا مصداق نہ قرار دیا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ثابت نہیں ہوسکتا۔ اور آیت میں مِنکُمْ کی قید کی وجہ سے بعد کے خلفاء اس آیت کا مصداق نہیں قرار دیئے جاسکتے۔ خواہ حضرت امام حسنؓ ہوں یا حضرت امیر معاویہؓ اور خواہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہوں یا قرب قیامت میں پیدا ہونیوالے حضرت مہدی جو امت محمدیہ کے آخری ہادی اور مجدد ہونگے اور جن کی عادلانہ اسلامی حکومت کے بارے میں احادیث میں پیشگوئی موجود ہے۔ ان مابعد کے خلفاء کو بعض حضرات نے جو خلفائے راشدین میں شمار کیا ہے تو وہ لغوی معنیٰ میں ہے کہ ان کی حکومتیں بھی برحق خلافتیں ہیں اور وہ بھی رشد و ہدایت والے ہیں لیکن اصل خلفائے راشدین یہی خلفائے اربعہ (چار یارؓ) ہیں جو قرآن کی موعودہ خلافت کا صحیح مصداق ہیں اور ان کے بعد آنے والے خلفاء اس آیت کے موعودہ خلفاء نہیں قرار دیئے جاسکتے کیونکہ حسب آیت تمکین اس آیت استخلاف سے مراد بھی وہی خلفاء ہیں جو مہاجرین صحابہ میں سے ہونگے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ

محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

از جملہ لوازم خلافت خاصہ آنست کہ خلیفہ از مہاجرین اولیں باشد و از حاضران حدیبیہ واز حاضرانِ نزولِ سورۂ نور و از حاضران دیگر مشاہدہ عظیمہ مثل بدر و تبوک کہ در شرع تنویہ شان آں مشاہد و وعدۂ جنت برائے حاضراں آنہا مستفیض شدہ اما آنکہ از مہاجرین اولین باشد ازاں جہت مطلوب شد کہ خدا تعالیٰ درشان مہاجرین اولین می فرماید۔ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا بعدازاں فرمود الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ بعدازاں فرمود اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ حاصل معنی ایں آیات آنست کہ در باب مہاجرین اولین کہ اذن قتال برائے ایشاں دادہ شد تعلیق می فرماید کہ اگر ایشاں را تمکین فی الارض دہیم یعنی رئیس گردانیم اقامت صلوٰۃ کنند و ایتاءِ زکوٰۃ نمایند و امر بمعروف و نہی منکر بعمل آرند و نہی منکر متناول است اقامت جہاد را زیرا کہ اشد منکرات کفر است و اشد نہی قتال و متناول است اقامت حدود را و رفع مظالم را و امر بمعروف متناول است احیائے علوم دینیہ را۔ پس بمقتضائے ایں تعلیق لازم شد کہ ہر شخصے از مہاجرین اولین کہ مُمَكَّنٌ فی الارض شود از دست او مقاصد خلافت سرانجام یا بد و در وعدہ الٰہی خلف نیست پس خلیفہ اگر از مہاجرین اولین باشد امن حاصل شود بروی و اطمینان قلب متحقق گردد از خلافت وی۔ الخ (ازالۃ الخفاء جلد اول ۴۴)

ترجمہ: منجملہ لوازم خلافت خاصہ کے ایک یہ ہے کہ خلیفہ مہاجرین اولین میں سے ہو اور (نیز) ان لوگوں میں سے ہو جو حدیبیہ میں (شریک) اور سورۂ نور کے نزول کے وقت موجود تھے اور (نیز) ان لوگوں میں سے ہو جو بدر و تبوک اور دوسرے مشاہد عظیمہ میں موجود تھے جن کی عظمت شان اور جن کے حاضرین کے لیے وعدہ جنت شرع میں حدیث مستفیض سے ثابت ہے۔ خلیفہ کا مہاجرین اولین میں سے

ہونا اس لیے ضروری ہے کہ مہاجرین اولین کی شان میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے: اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا پھر اس کے بعد فرمایا: اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ پھر اس کے بعد فرمایا: اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ۔ ان آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جن مہاجرین اولین کو جنگ کی اجازت دی گئی تھی ان کے حق میں (اللہ تعالیٰ) بطور تعلیق (یعنی شرط) کے فرماتا ہے کہ اگر ان کو ہم زمین میں تمکین دیں یعنی رئیس (صاحب حکومت) بنائیں تو وہ لوگ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر عمل میں لائیں گے۔ نہی عن المنکر شامل ہے جہاد کرنے کو کیونکہ (نہی عن المنکر گناہوں سے روکنے کو کہتے ہیں اور) سب گناہوں سے زیادہ سخت کفر ہے اور گناہوں سے روکنے کا سب سے زیادہ سخت طریقہ جہاد ہے اور (نیز نہی عن المنکر) شامل ہے۔ اقامتِ حدود اور رفع مظالم کو اور امر بالمعروف شامل ہے احیائے علوم دینیہ کو۔ پس بمقتضائے اس تعلیق (یعنی شرط) کے ضروری ہوا کہ مہاجرین اولین میں سے کوئی شخص زمین پر حاکم ہو تو اس کے ہاتھ سے خلافت کے مقاصد سرانجام پائیں اور (چونکہ سب جانتے ہیں کہ) خدا کے وعدہ میں خلف نہیں ہے۔ لہٰذا خلیفہ اگر مہاجرین اولین میں سے ہوگا تو اس پر (سب کو) اتفاق ہوجائے گا اور اس کی خلافت سے (سب کو) اطمینان قلب رہے گا۔ الخ

آیت تمکین اور آیت استخلاف دونوں کی روشنی میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ کی مندرجہ تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ان آیات میں مہاجرین صحابہ کو خلافت عطا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے اور چونکہ مہاجرین صحابہ میں سے خلافت و حکومت صرف خلفائے اربعہ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ملی ہے۔ اس لیے ان آیات کے موعودہ خلفاء

سے مراد صرف یہی خلفائے اربعہؓ ہیں نہ کہ بعد کے خلفاء حضرت امام حسنؓ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کیونکہ یہ حضرات باوجود خلفائے برحق ہونے کے مہاجرین اولین میں سے نہیں ہیں۔ اس لیے قرآن حکیم کی مخصوص خلافت موعودہ (یعنی خلافتِ خاصہ راشدہ) کا مصداق نہیں قرار دیئے جائیں گے۔

حدیث سفینہؓ

اور حدیث میں جو تیس سالہ خلافت کی پیشگوئی مذکور ہے اس سے مراد بھی یہی خلافت راشدہ خاصہ ہے جس کا وعدہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ تحریر فرماتے ہیں:

اما ما یدل علی خلافة الاربعة من ضرب المدة الواقعة علیهم فقد اخرج الترمذی من حدیث سعید بن جمهان قال حدثنی سفینةؓ قال قال رسول الله ﷺ الخلافة فی امتی ثلثون سنة ثم ملک بعد ذلک ثم قال لی سفینةؓ امسک خلافة ابی بکرؓ ثم قال و خلافة عمرؓ و خلافة عثمانؓ ثم قال امسک خلافة علیؓ فوجدنها ثلثین سنة.

ترجمہ: خلفائے اربعہ کی خلافت کی دلیل یعنی اس مدت کا بیان جس میں ان کی خلافت واقع ہوئی ہے۔ ترمذی نے بروایت سعید بن جمہان نقل کیا ہے وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ نے فرمایا خلافت میری امت میں تیس برس رہے گی پھر اس کے بعد بادشاہت ہوگی۔ راوی کہتے ہیں مجھ سے حضرت سفینہؓ نے کہا کہ زمانہ خلافت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لو۔ پھر کہا کہ زمانہ خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس سے ملاؤ۔ پھر کہا کہ خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس پر اضافہ کرو۔ چنانچہ ہم نے (ان سب کے زمانہ کو ملا کر) دیکھا تو تیس برس ہوئے۔ الخ

(ازالۃ الخفاء مترجم جلد اول ص ۳۴۳)

حدیث اتباعِ خلفائے راشدین

رسول امین رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا:

مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِىْ فَسَيَرَىٰ اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ. (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا پس تم پر میری سنت کی اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت (طریقہ) کی پیروی لازم ہوگی۔

حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ نے اشعۃ اللمعات اور علامہ علی قاری حنفیؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے تحت تصریح کی ہے کہ یہاں حدیث میں خلفائے راشدین کا مصداق خلفائے اربعہ ہیں یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہم ۔

دورِ خلافتِ راشدہ کی فتوحات

آیت تمکین، آیت استخلاف اور آیت اظہار دین کی قرآنی پیشگوئیوں اور خدائی وعدوں کے مطابق خلفائے راشدین خصوصاً خلفائے ثلٰثہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں غلبہ دین اور عروج اسلام کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں نیست و نابود ہوگئیں۔ بڑی بڑی جاہ و جلال رکھنے والی قومیں پرچم اسلام کے سامنے جھک گئیں اور ایک پسماندہ عرب قوم نے توحید و سنت کا نور اطراف عالم میں پھیلا دیا۔

دورِ صدیقی

خلیفہ اول امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی سوا دو سالہ قلیل ترین مدت خلافت میں نہ صرف یہ کہ ملک کے داخلی فتنوں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ جھوٹے

مدعیان نبوت کی دجالیت، منکرین زکوٰۃ کی بغاوت اور بعض عربی قبائل کے ارتداد کا قلع قمع کر کے دور رسالت کے مفتوحہ علاقوں کو پرچم اسلام کے تابع کیا بلکہ روم و ایران کی اسلامی فتوحات کا بھی آغاز کر دیا۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر کی عراقی فوجیں ملک ایران میں اور شامی فوجیں ملک روم میں غازیانہ سطوت و کامرانی کے ساتھ آگے بڑھتی چلی گئیں۔ جس کی وجہ سے طاغوتی طاقتوں کو اپنی ذلت و مغلوبیت کا شدید خطرہ لاحق ہو گیا۔

عہدِ فاروقی

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے ساڑھے دس سالہ دورِ خلافت میں صدیوں کی رومی عیسائی سلطنت اور ایرانی مجوسی بادشاہت کو زیر و زبر کر کے کلمہ اسلام کا غلغلہ بلند کر دیا۔ حتیٰ کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے مفتوحہ علاقوں کے علاوہ بائیس لاکھ اکاون ہزار تیس (۲۲۵۱۰۳۰) مربع میل ارض کفر فتح کر کے وہاں پرچم اسلام نصب کر دیا۔ اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ غلبہ اسلام کی قرآنی پیشگوئیوں کا زیادہ تر مصداق عہد فاروقی کی عظیم الشان اسلامی فتوحات ہیں جنہوں نے قیصر و کسریٰ کی سطوتوں کو خاک میں ملا کر مظلوم انسانیت کو وقار و جلال عطا کیا۔ ماشاء اللہ فاروق رضی اللہ عنہ، فاروق ہے۔

سطوتِ عثمانی

خلیفہ سوم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بارہ سالہ دورِ خلافت میں روم و ایران کے وہ علاقے بھی فتح کر لیے گئے جو عہد فاروقی میں سرنگوں نہیں ہو سکے تھے۔ عہد عثمانی میں افریقہ بھی فتح ہوا، جو حضرت عثمان ذوالنورینؓ کی خلافت کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ علاوہ ازیں دورِ عثمانی کی خصوصیات میں سے وہ بحری فتوحات ہیں جنہوں نے سمندر میں تلاطم بپا کر دیا۔ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں ہی رسول اللہ کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت امیر معاویہؓ نے جزیرۂ قبرص فتح کر کے شوکت اسلام کو دوبالا کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں بری فتوحات کے سلسلہ میں کابل و قندھار بھی عہد عثمانی کے زیر سایہ آ گئے تھے۔ اگر

بالفرض حضرات خلفائے ثلثہ کی ان اسلامی فتوحات کا انکار کر دیا جائے تو پھر قرآن حکیم کی ربانی پیشگوئیوں کا کوئی صحیح مصداق نہیں قرار دیا جاسکتا۔ جس کی وجہ سے قرآن کی موعودہ خلافت کالعدم ٹھہرتی ہے۔ العیاذ باللہ.

خلافتِ مرتضوی

خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوجہ مہاجرین اولین میں ہونے کے قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ کا آخری نشان ہیں۔ آپ کے تقریباً ۶/۵ سالہ دور خلافت میں گو جدید علاقہ کفر فتح نہیں ہوسکا۔ اور آپ داخلی ملکی اختلافات اور مشاجرات کے حل کرنے میں مصروف رہے ہیں لیکن آپ نے خلیفہ راشد کی حیثیت سے اپنے دور خلافت میں وہی نظام حق نافذ فرمایا جو آپ سے پہلے تین خلفائے راشدین نے نافذ فرمایا تھا۔ آپ نے اپنی حدود خلافت میں اسی دین حق کا پرچم بلند کیا جو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ تھا۔ اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان چاروں خلفائے راشدین میں کسی قسم کا کوئی نزاع واقع نہیں ہوا۔ یہ حضرات یقیناً حسب آیت قرآنی اشدآء علے الکفار رحمآء بینھم کا اعلیٰ مصداق تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

۲ حضرت علی المرتضٰی کے دور خلافت میں باہمی جو نزاعات ہوئے ہیں وہ بھی فروعی اور اجتہادی ہیں۔ اصحاب رسول ﷺ میں دینی اصولی اختلاف بالکل نہیں ہوا۔ اور سیاسی اجتہادی اختلافات میں جمہور اہل السنّت والجماعت کے نزدیک حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا موقف حق اور صواب تھا۔ اور فریق ثانی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خطا پر تھے لیکن یہ خطا چونکہ اجتہادی تھی اس لیے آپ پر طعن و تشنیع جائز نہیں ہے۔ حضرت معاویہ بھی حضور رحمت للعالمین ﷺ کے فیض یافتہ صحابی اور کاتب وحی ہیں۔ آپ کی نیت پر شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی آپ سے خلافت کی بیعت کر لی تھی اور پھر ساری عمر (یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ دس سال اور امام حسین تقریباً بیس سال

تک) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قائم کردہ بیت المال سے لاکھوں کی تعداد میں وظیفہ وصول کرتے رہے۔ حالانکہ حسب ارشاد رسالت حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ان کی عظمت شان اہل السنّت والجماعت کے نزدیک مسلم ہے۔اگر وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب وسنت کا مخالف پاتے تو حضرت حسنؓ اپنی اس خلافت حقہ سے کبھی بھی دستبردار نہ ہوتے جو ان کو خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؓ کے بعد ملی تھی۔ حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ تاریخی صلح دراصل حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی حسب ذیل عظیم پیش گوئی پر مبنی تھی کہ:

اِنَّ اَبْنِی هٰذَا سَیِّدٌ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ الْفِئَتَیْنِ الْعَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. (صحیح بخاری)

ترجمہ: تحقیق میرا یہ بیٹا (یعنی حضرت حسنؓ) سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو باعظمت گروہوں میں صلح کرادے گا۔

اور صلح کے بعد میں جو صورت ظہور پذیر ہوئی ہے اس کی بنا پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دینی عظمت دوبالا ہو جاتی ہے اور کوئی باشعور اور مخلص مسلمان آپ پر کیچڑ اچھالنے کی جسارت نہیں کرسکتا۔رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

مولانا حالی رحمہ اللہ کے اشعار

مولانا حالی مرحوم نے جماعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی (صحابہ کرام) کی دینی رفعتوں کا حال حسب ذیل اشعار میں کیا خوب بیان کیا ہے۔

جب امت کو سب مل چکی حق کی نعمت
ادا کرچکی فرض اپنا رسالت
تو اسلام کی وارث اک قوم چھوڑی
کہ دنیا میں جس کی مثالیں ہیں تھوڑی
خدا اور نبی کے وفادار بندے

تیموں کے رانڈوں کے غم خوار بندے
جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے
خدا کے لیے گھر لٹا دینے والے
اگر اختلاف ان میں باہم دگر تھا
تو بالکل مدار ان کا اخلاص پر تھا

صدیق اور فاروق ولیم میور کی نظر میں

مشہور مستشرق سر ولیم میور نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کے متعلق لکھا ہے کہ:

آپ کا عہد مختصر تھا مگر رسول اللہ کے بعد اور کوئی ایسا نہیں ہوا جس کا اسلام کو ان سے زیادہ ممنون اور مرہون احسان ہونا چاہیے۔ چونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں رسول اکرم کا اعتقاد نہایت راسخ طور پر متمکن تھا اور یہی عقیدہ خود رسول اکرم کے خلوص اور سچائی کی زبردست شہادت ہے۔ لہٰذا میں نے آپ کی حیات و صفات کے تذکرہ کے لیے کچھ جگہ زیادہ وقف کی ہے۔ اگر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ابتدا سے اپنے کذاب ہونے کا یقین ہوتا تو وہ کبھی ایسے شخص کو عقیدت مند اور دوست نہ بنا سکتے جو نہ صرف دانا و ہوش مند تھا بلکہ سادہ مزاج اور صفائی پسند بھی تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نفسانی عظمت و شوکت کا کبھی خیال نہیں آیا۔ انہیں شاہانہ اقتدار حاصل تھا اور وہ بالکل خود مختار تھے مگر وہ اس طاقت و اقتدار کو صرف اسلام کی بہتری اور کافۂ انام کے فائدہ پہنچانے کی خاطر عمل میں لائے۔ ان کی ہوش مندی اس امر کی مقتضی نہ تھی کہ خود فریب کھالیں اور وہ خود ایسے متدین تھے کہ کسی کو دھوکا نہ دے سکتے تھے۔ (کتاب لائف آف محمد)

② حضرت فاروق اعظمؓ کے متعلق لکھا ہے کہ:

۲۶ رذی الحجہ ۲۳ھ کو عمر رضی اللہ عنہ نے ساڑھے دس سال کے عہد حکومت کے بعد انتقال فرمایا۔ رسول اللہ کے بعد سلطنت اسلام میں سب سے بڑے شخص عمر رضی اللہ عنہ تھے

کیونکہ یہ انہیں کی دانائی و استقلال کا ثمرہ تھا کہ ان دس سال کے عرصہ میں شام مصر اور فارس کے علاقے جن میں اس وقت سے اسلام کا قبضہ رہا ہے تسخیر ہو گئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشرک اقوام کو مغلوب تو کرلیا تھا لیکن ان کے عہد میں افواج اسلام صرف شام کی سرحد تک ہی پہنچی تھیں۔ عمر رضی اللہ عنہ جب مسند خلافت پر بیٹھے تو اس وقت ان کے قبضہ میں صرف عرب تھا مگر جب آپ نے انتقال فرمایا تو آپ ایک بڑی سلطنت کے خلیفہ تھے۔ جو فارس، مصر، شام جیسی سلطنتوں کے بعض نہایت زرخیز اور دلکش صوبوں پر مشتمل تھی مگر باوجود ایسی عظیم الشان سلطنت کے فرمانروا ہونے کے آپ کو کبھی اپنی فراست اور قوت فیصلہ کی متانت کی میزان میں پاسنگ رکھنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ آپ نے سردار عرب کے سادہ اور معمولی لقب سے کسی زیادہ عظیم انسانی لقب سے اپنے آپ کو ملقب نہیں کیا۔ دور دراز صوبوں سے لوگ آتے اور مسجد نبوی کے صحن کے چاروں طرف نظر دوڑا کر استفسار کرتے کہ خلیفہ کہاں ہیں حالانکہ شہنشاہ سادہ لباس میں ان کے سامنے بیٹھے ہوتے تھے۔ (ایضاً لائف آف محمد)

مورخ گبن اور خلفائے اربعہ

مشہور عیسائی مورخ مسٹر گبن اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

پہلے چاروں خلیفوں کے اطوار یکساں صاف اور ضرب المثل تھے۔ ان کی سرگرمی اور دلدہی اخلاص کے ساتھ تھی اور ثروت و اختیار پاکر بھی انہوں نے اپنی عمریں ادائے فرائض اخلاقی و مذہبی میں صرف کیں۔ پس یہی لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ابتدائی جلسہ کے شریک تھے جو پیشتر اس کے کہ اس نے اقتدار حاصل کیا یعنی تلوار پکڑی اس کے جانبدار ہو گئے یعنی ایسے وقت میں کہ وہ ہدف آزار ہوا اور جان بچا کر اپنے ملک سے چلا گیا۔ ان کے اول ہی اول تبدیل مذہب کرنے سے ان کی

سچائی ثابت ہوتی ہے۔ اور دنیا کی سلطنتوں کے فتح کرنے سے ان کی لیاقت کی قوت معلوم ہوتی ہے۔ اس صورت میں کوئی یقین کر سکتا ہے کہ ایسے شخصوں نے ایذائیں سہیں اور اپنے ملک سے جلاوطنی گوارا کی اور اس سرگرمی سے اس کے پابند ہوئے اور یہ سب امور ایک ایسے شخص کی خاطر ہوئے ہوں جس میں ہر طرح کی برائیاں ہوں اور اس سلسلہ فریب اور سخت عیاری کے لیے ہوں جو ان کی تربیت کے خلاف ہو اور ان کی ابتدائی زندگی کے تعصبات کے بھی مخالف ہو۔ اس پر یقین نہیں ہو سکتا۔

احادیث میں خلفائے اربعہ کی عظمت

قرآن مجید کی آیت تمکین و استخلاف کی بنا پر جس طرح خلفائے اربعہ کی موعودہ خلافت اور ان کی مخصوص شرعی عظمتوں کا ثبوت ملتا ہے اسی طرح احادیث نبویہ سے بھی ان کی امتیازی خصوصیات ثابت ہوتی ہیں مثلاً:

① رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اَخْتَارَ اَصْحَابِیْ عَلٰی جَمِیْعِ الْعٰلَمِیْنَ سِوَی النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاخْتَارَلِیْ مِنْھُمْ اَرْبَعَۃً اَبَابِکْرٍ وَ عُمَرَ وَعثمانَ وَعَلِیًا فَجَعَلَھُمْ خَیْرَ اَصْحَابِیْ وَفِیْ اَصْحَابِیْ کُلِّھِمْ خَیْرًا.

(الشفاء تعریف حقوق المصطفیٰ للقاضی عیاض محدث۔ (جلد دوم ص ۱۱۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے سوائے انبیاء اور مرسلین کے میرے اصحاب کو تمام جہانوں میں سے پسند کر لیا ہے۔ اور پھر ان میں سے میرے لیے ان چار کو چن لیا ہے۔ ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم ان چار کو میرے اصحاب میں سے بہتر بنایا ہے۔ اور میرے تمام اصحاب میں خیر و بھلائی پائی جاتی ہے۔

② کتاب حدیث مستدرک حاکم میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

جب نبی ﷺ نے مسجد (اقدس) کی بنیاد ڈالی تو (پہلے) آپ نے ایک پتھر رکھا۔

پھر آپ نے فرمایا: میرے پتھر کے پہلو میں ایک پتھر ابوبکر رضی اللہ عنہ رکھیں پھر آپ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے پہلو میں ایک پتھر عمر رضی اللہ عنہ رکھیں، پھر آپ نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے پہلو میں ایک پتھر عثمان رضی اللہ عنہ رکھیں۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ: ھولآء الخلفآء بعدی (یہی لوگ میرے بعد خلیفہ ہیں)۔

(ازالۃ الخفاء مترجم اردو جلد اول ص ۱۱۱)

③ عن علی رضی اللہ عنه ماخرج رسول اللہ ﷺ من الدنیا حتّٰی عَهد اِلَیَّ اَنَّ اَبَابَکْرٍؓ یَلِی الْاَمْر بعدہ ثم عمرؓ ثم عثمانؓ ثم اِلَیَّ فلا یجتمع عَلَیَّ.

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک کہ آپ نے مجھے خبر دیدی کہ آپ کے بعد ابوبکرؓ اسلام کے والی ہوں گے پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ پھر میری طرف رجوع کیا جائے گا مگر میرے اوپر لوگوں کا اتفاق نہ ہوگا۔ (ایضاً ازالۃ الخفاء ص ۱۱۸)

④ پھر ان چار خلفاء میں سے رسول اکرم ﷺ نے خصوصیت کے ساتھ پہلے دو خلیفوں کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

عن حذیفةؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا ادری مابقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابابکرؓ و عمرؓ (ترمذی شریف)

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ میرا رہنا تم میں کس قدر ہے۔ لہٰذا میرے بعد تم ان کی اقتداء کرنا جو میرے بعد ہوں گے یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ۔

⑤ اور پھر ان دونوں میں سے حضور خاتم النبیین ﷺ نے امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق کی امتیازی شان بیان فرمائی ہے۔

(۱) عن ابن عمرؓ عن رسول اللہ ﷺ قال لابی بکر انت صاحبی

فی الغار وصاحبی علی الحوض (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: تو میرا غار کا بھی ساتھی ہے اور (آخرت میں) حوض پر بھی ساتھی ہوگا۔

(ب) حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کے بھی ساتھی ہیں اور قیامت میں یہ دونوں یار حضور رحمت للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روضہ مقدسہ سے ظاہر ہوں گے۔ چنانچہ فرمایا:

انا اول من تَنْشَقُّ عنه الارض یوم القیٰمة ثم ابوبکر ثم عمر الخ (مشکوٰۃ شریف وجمیع الفوائد جلد ثانی)۔

ترجمہ: سب سے پہلے میری زمین (قبر) قیامت کے دن کھلے گی پھر ابوبکرؓ اور پھر عمر رضی اللہ عنہ کی۔

(ج) آسمان سے نازل ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق رسول اللہ نے فرمایا:

فیمکث خمساً واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسےٰ بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر .

(مشکوٰۃ شریف، کتاب الفتن، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

ترجمہ: پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے نازل ہونے کے بعد) پینتالیس سال (زمین پر) ٹھہریں گے۔ پھر آپ پر موت واقع ہوگی۔ پھر آپ میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوں گے پس (قیامت کے دن) میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ابوبکر اور عمرؓ کے درمیان ایک ہی قبر یعنی مقبرہ میں کھڑے ہوں گے۔

یارِ غار ❶ کا قرآنی لقب

احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ نے ان تمام اہل ایمان کو اصحابی (میرے اصحاب) کے لقب سے مشرف فرمایا ہے جو بلا واسطہ آنحضرت ﷺ کے دیدار اور صحبت سے فیض یاب ہوئے ہیں لیکن یہ خصوصی شرف تمام اصحاب میں سے صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کو صاحب رسول ہونے کا عظیم لقب عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا. (پارہ ۱۰۔ سورۃ التوبۃ، رکوع ۶، آیت ۴۰)

ترجمہ: دو میں سے دوسرے تھے جبکہ وہ دونوں غار میں تھے اس وقت آپ ﷺ اپنے یار و رفیق سے فرما رہے تھے کہ تو (میرا) غم نہ کر۔ یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

رفیق غار ابوبکر صدیق ہیں۔ ہجرت میں فقط یہی تھے حضرت ﷺ کے ساتھ اور اصحاب بعض پہلے نکل گئے تھے بعض پیچھے نکل آئے۔ (موضح القرآن)

اللہ تعالیٰ نے اپنی قطعی وحی میں حضرت ابوبکر صدیق کو صاحب رسول فرما کر آپ کے یار جانثار اور صاحب صدق و صفا ہونے کی خصوصی سند عطا کر دی ہے۔ کیونکہ کفار قریش کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے جب رسول خدا نے باذن خداوندی رات کی تاریکی میں ہجرت فرمائی اور اس سفر ہجرت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا رفیق سفر بنایا اور پھر رحمت للعٰلمین ﷺ کے پاؤں مبارک کے زخمی ہونے پر اس عاشق جانثار نے محبوب

---

❶ فیروز اللغات میں ہے: یار غار، غار کا دوست، پکا دوست۔

خدا کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر پہاڑی کا دشوار گزار راستہ طے کر کے غار ثور تک پہنچایا۔ پھر نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر دونوں اس غار میں تین دن رات قیام پذیر رہے تو ان صحیح حالات و واقعات اور نص قرآنی اذھما فی الغار کے ثبوت کے بعد کوئی اہل ایمان بلکہ کوئی اہل عقل و انصاف شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ خصوصی رفاقت و معیت محض دنیوی اعتبار سے تھی جیسا کہ بسا اوقات دو اجنبی آدمی بھی ہمسفر ہو جایا کرتے ہیں بلکہ لصاحبہ کے قرآنی الفاظ اس امر کی قطعی دلیل ہیں کہ رب العٰلمین کے نزدیک رحمت للعالمین ﷺ کا یہ رفیق سفر تمام اصحاب رسول ﷺ سے صاحب اور یار رسول ہونے میں افضل و اعلیٰ شان رکھتے ہیں۔ اور جب کفار قریش کا خطرہ لاحق ہونے پر اس یار جانثار کو محبوب اعظم ﷺ کے متعلق اپنے قلب صدق و صفا میں ایک گونہ غم لاحق ہوا تو خود رحمت للعالمین ﷺ نے آپ کو لَا تَحْزَنْ فرما کر تسلی دی اور اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کے الفاظ سے معیت و رحمت خداوندی کی عظیم بشارت سنادی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صاحب رسول اور یار غار ہونے کی حق تعالیٰ نے اتنی مقبولیت عامہ عطا فرمائی کہ بطور محاورہ یار غار کا اطلاق ایسے رفیق و دوست پر کیا جاتا ہے جس کی دوستی نہایت خلوص و محبت پر مبنی ہوتی ہے۔ بہرحال یار غار اور پھر یار مزار ہونا ان خصوصیات صدیقی میں سے ہے جو قیامت تک اہل ایمان کے لیے مرکز عقیدت بنی رہیں گی۔ شاعر ملت اقبال مرحوم نے حضرت صدیقؓ کی خصوصیات کا حسب ذیل اشعار میں کیا خوب تذکرہ کیا ہے۔

آں امن الناس برمولائے ما
آں کلیم اول سینائے ما
ہمت او کشت ملت را چوں ابر
ثانی اسلام و غار و بدر و قبر

(رموز بیخودی)

حق چار یارؓ

چونکہ قرآن کی موعودہ خلافت کا مصداق بوجہ مہاجرین اولین میں ہونے کے یہی خلفائے اربعہ ہیں یعنی حضرت ابوبکرؓ صدیق، حضرت عمرؓ فاروق، حضرت عثمانؓ ذوالنورین اور حضرت علیؓ المرتضیٰ۔ اس لیے ان کو خصوصیت کے طور پر چار یار کہا جاتا ہے اور یہ اصطلاح امت میں صدیوں سے جاری ہے۔ دینی مدارس میں جو صدیوں سے فارسی نصاب پڑھایا جاتا ہے ان میں بھی چار یار کی اصطلاح مذکور ہے۔ اور قبل ازیں عموماً سنی مساجد میں چار یار کی نشاندہی کے لیے حسب ذیل شعر لکھا جاتا تھا۔

چراغ و مسجد و محراب و منبر
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ

صدیوں پہلے سلاطین اسلام اپنے شاہی سکوں میں چار یار کے نام کندہ کرا دیتے تھے۔ چنانچہ صفدر حیات صاحب صفدر نے اپنی کتاب ''عہد مغلیہ مع دستاویزات'' میں باب شیر شاہ سوری کا انتظام سلطنت کے تحت لکھا ہے کہ:

> سکوں پر دو قسم کی زبان میں الفاظ کندہ ہوتے ہیں۔ ایک طرف فارسی اور دیوناگری رسم الخط میں بادشاہ کا نام۔ سن اور ٹکسال کا نام ہوتا تھا۔ دوسری طرف درمیان میں کلمہ ہوتا تھا۔ سنی العقیدہ ہونے کے باعث چاروں طرف خلفائے راشدین کے نام کندہ ہوتے تھے۔ (ص ۲۵۳)

اور آج بھی بعض ایسے سکے دستیاب ہوئے ہیں جن کے ایک طرف شاہجہان بادشا غازی لکھا ہے۔ اور دوسری طرف درمیان میں **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** اور کلمہ طیبہ کے چاروں طرف ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ لکھا ہوا ہے۔

ایک دوسرے سکے پر جلال الدین اکبر بادشاہ غازی لکھا ہے اور دوسری طرف کلمہ طیبہ اور چار یار کے نام ہیں۔ اس سکہ پر ۹۱۱ھ لکھا ہوا ہے۔ علاوہ ازیں تانبے کے ایسے

سکے کئی احباب کے پاس ہیں جن میں مدینہ منورہ لکھا ہوا ہے اور دوسری طرف کلمہ طیبہ اور اس کے چاروں طرف خلفائے راشدین کے نام لکھے ہیں۔ ان سکوں پر سن ہجری مرقوم نہیں ہے۔ بہر حال مختلف زمانوں کے ان سکوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلم سلاطین اپنا ملی اور شرعی فریضہ سمجھتے تھے کہ وہ قادر مطلق کے عطا کردہ عارضی اقتدار کے ذریعہ اسلام کے اصل الاصول یعنی کلمہ طیبہ لا اله الا الله محمد رسول الله کا تحفظ کریں اور ان چار خلفائے راشدین کی شرعی عظمت کا تحفظ بھی کریں جو کلمہ اسلام کے علمبردار تھے اور جنہیں حق تعالیٰ نے اپنے وعدہ قرآنی کے مطابق ایک مثالی اور معیاری خلافت نبوت (یعنی خلافت راشدہ) عطا فرمائی تھی۔ نظام خلافت راشدہ کو رب العلمین نے حضور رحمت للعلمین ﷺ کے منصب ختم نبوت کے تحفظ کے لیے قائم فرمایا تھا اور آج چونکہ خلفائے راشدین کے انکار کا فتنہ اہل السنّت والجماعت کی عموماً غفلت کی وجہ سے بڑھ رہا ہے خواہ وہ خلفائے ثلثہ حضرت ابوبکرؓ صدیق، حضرت عمرؓ فاروق اور حضرت عثمانؓ ذوالنورین کے انکار اور تنقید کی صورت میں ہو یا چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؓ کے انکار و استخفاف کی شکل میں بہر حال فتنہ فتنہ ہے اس لیے حسب حال بہت ضروری ہے کہ تحریر و تقریر وغیرہ ہر طریق سے خلافتِ راشدہ اور حق چار یارؓ کے اعلان حق کو ملک کے گوشے گوشے میں پھیلا کر سنی مذہب کی حقانیت واضح کی جائے۔ سنی مسلمانوں کی تابناک ماضی سے غافل مسلمانوں کو آگاہ کیا جائے یہی ایک راستہ اسلام حقیقی کے احیاء و استحکام اور شوکت و غلبہ کا ہے اور یہی وہ راستہ ہے جس کی نشاندہی خود سرور کائنات ﷺ نے اپنے معجزانہ ارشادات مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِىْ اور عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ میں فرمائی ہے۔ یہی راہ جنت ہے اور یہی وہ صراط مستقیم ہے جس کی ہدایت خود نبی کریم رحمت للعلمین ﷺ خاتم النبیین ﷺ نے قیامت تک آنے والی اپنی امت کو دی ہے۔ سنی مسلمان رسول کریم ﷺ کے بعد اصحاب کرام اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو معیار حق قرار دیتا ہے۔ سنی مسلمان تمام فقہائے اسلام اور مجتہدین امت خصوصاً امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ،

حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کو محسنین امت تسلیم کرتا ہے جنہوں نے خداداد دینی فہم اور علمی بصیرت سے امت کی رہنمائی فرمائی ہے۔ سنی مسلمان تمام اولیائے امت خصوصاً حضرت سید عبدالقادر جیلانی، حضرت سید معین الدین چشتی اجمیری، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اور حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے روحانی فیوضات اور دینی عظمتوں کا معتقد ہے۔ سنی مسلمان مصلحین و مجددین امت رحمہم اللہ تعالیٰ کے اصلاح اور تجدیدی کارناموں کا مبلغ اور محافظ ہے۔

سنی مسلمان ہر اس تحریک اور جماعت کو امت مسلمہ کے لیے عظیم فتنہ قرار دیتا ہے جو حضور خاتم النبیین ﷺ کے جانثار صحابہ، خلفائے راشدین، امہات المومنین (یعنی ازواج مطہرات) اور اہل بیت رسول اللہ ﷺ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتی ہے اور ان حضرات مقبولین بارگاہ خداوندی و محبوبین بارگاہ خداوندی و محبوبین بارگاہِ رسالت کی دینی عظمتوں کو مجروح کرتے ہوئے امت مسلمہ میں تفرقہ اور انتشار پیدا کر کے اسلام حقیقی کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرتی ہے اور جنت کی راہ سے ہٹا کر جہنم کے راستوں کی طرف دھکیلنے کی کوشش کرتی ہے۔